ماھنامہ

حکمت بالغہ

جولائی 2007

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس: 0092-47-7628361

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

فرمان خداوندی

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ
اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو باغ ہیں
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O
تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔
ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ
ان دونوں میں بہت سی شاخیں (یعنی قسم قسم کے میووں کے درخت ہیں)
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O
تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔
فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ
ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O
تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔
فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ
ان میں سب میوے دو دو قسم کے ہیں
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O
تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔
مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ

(اہل جنت) ایسے بچھونوں پر جن استر اطلس کے ہیں تکیہ لگائے ہوئے ہونگے۔ اور دونوں باغوں کے میوے قریب (جھک رہے) ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

فِیۡهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ لَمۡ یَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَلَا جَآنٌّ

ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

کَاَنَّهُنَّ الۡیَاقُوۡتُ وَالۡمَرۡجَانُ

گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے؟

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

وَمِنۡ دُوۡنِهِمَا جَنَّتٰنِ

اور ان باغوں کے علاوہ دو باغ اور ہیں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

مُدۡهَآمَّتٰنِ

دونوں خوب گہرے سبز

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

فِیۡہِمَا عَیۡنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ

ان میں دو چشمے ابل رہے ہیں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

فِیۡہِمَا فَاکِہَۃٌ وَّ نَخۡلٌ وَّ رُمَّانٌ

ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

فِیۡہِنَّ خَیۡرٰتٌ حِسَانٌ O

ان میں نیک سیرت (اور) خوبصورت عورتیں ہیں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

حُوۡرٌ مَّقۡصُوۡرٰتٌ فِی الۡخِیَامِ O

(وہ) حوریں (ہیں جو) خیموں میں مستور (ہیں)

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

لَمۡ یَطۡمِثۡہُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَہُمۡ وَ لَا جَآنٌّ O

ان کو (اہل جنت) سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

مُتَّکِئِیۡنَ عَلٰی رَفۡرَفٍ خُضۡرٍ وَّ عَبۡقَرِیٍّ حِسَانٍ O

سبز قالینوں اور نفیس مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O

تو (اے گروہ جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

تَبٰرَکَ اسۡمُ رَبِّکَ ذِی الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ O

(اے محمد) تمہارا پروردگار جو صاحب جلال وعظمت ہے اس کا نام بڑا ہی بابرکت ہے

حرفِ آرزو

قرآن حکیم ایک آسمانی کتاب ہے اور الہامی ہدایت(DIVINEGUIDANCE) کا مرقع ہے اور خود اسی کے الفاظ میں ''حکمت بالغہ'' ہے۔یعنیMATURE WISDOMہے۔ اس کتاب کی خصوصیت اور شان یکتائی یہ ہے کہ یہ انسانوں کی ہدایت اور بھلائی کے لئے اتاری گئی ہے اور اس کتاب کے لانے والے پیغمبروں میں آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر یہ کتاب اتری اور جنہوں نے دوسروں کے مقابلے میں سب سے پہلے اسے سمجھا اور عمل کیا اور اپنی اعلیٰ علمی اور ذہنی قویٰ کی بدولت کہا جاسکتا ہے کہ سب سے زیادہ سمجھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی کتاب میں صحراؤں کی زندگی سے لے کر بکریاں چرانے اور تجارت سے لے کر سیاست، صلح اور امن میں اخلافات دور کرانے کے عمل سے لے کر جنگ کے مراحل بھی ہیں اور آپ نے سپہ سالاری کے فرائض انجام دے کر بغیر کسی ظاہری تجربے کے تاریخ انسانی کی کامیاب جنگیں لڑ کر دکھادیں، خندق کھودنے جیسی نادر OPTIONS آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذہن رسا اور دشمن کی چالوں کو ناکارہ بنانے کی بھرپور صلاحیتوں کی آئینہ دار ہے۔آپ نے ایک مزدور سے لیکر ایک حاکم وقت تک کی عملی باریکیوں کو سمجھا اور رہنمائی بخشی آپ نے گھریلو زندگی میں بھی نمونے چھوڑے اور اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں بھی انمٹ نقوش ثبت کئے جو آج بھی ناقابل تردید ہیں۔

یہ قرآن حکیم اور پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کی عملی تشریحات یعنی ____ 'اسوہ' آج بھی ہماری رہنمائی کرسکتا ہے اور کررہا ہے۔مگر افسوس کہ انسانیت بالعموم اور مسلمان بالخصوص اس پر وہ توجہ صرف نہیں کررہے جس کی یہ دونوں چیزیں مستحق ہیں۔ ہمارے معاشرے کا بڑا حصہ

سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے زیر اثر آتا ہے اور اس کے ذریعہ تعلیم اور نصاب کے تحت ہی اپنی شخصیت اور ذہن کی تعمیر اور سیرت سازی پر مجبور ہے مگر یہ بات بلا خوف تردید کی جا سکتی ہے کہ ہماری یونیورسٹیوں کا موجودہ طرز تعلیم اور نصاب اپنے مقاصد کے حصول میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے اور صرف پاکستان ہی نہیں پوری دنیا میں ایک اچھا، مہذب، خوش اخلاق، انسانی اعلیٰ اقدار سے مزین سیرت و کردار کا حامل، دردمند اور تمام سماجی برائیوں (SOCIAL EVIS) سے پاک شہری پیدا کرنے سے کلیتاً عاری ہے۔

ان حالات میں ایک طرف تو شدید ضرورت ہے کہ اس تعلیمی نظام کو بدلنے کے لئے پاکستان میں ایک جدید مثالی اسلامی تعلیمی یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جائے تا کہ اخلاق اور کردار سے مزین انسان پیدا کئے جاسکیں اور مغربی VALUELESS اور MORALLESS نظام تعلیم کی جگہ لے سکے یہ ایک طویل المیعاد منصوبہ ہے جس سے اسلام کے مستقبل کی منصوبہ بندی کی جاسکتی ہے۔

دوسری طرف پاکستان کے بالغ مسلمانوں بالخصوص جدید تعلیم یافتہ حضرات میں قرآن مجید کے فہم کو عام کیا جائے تا کہ وہ اس کتاب کے مضامین سے روشناس ہوکر اس پر عمل پیرا ہوسکیں اور یوں مسلمانوں کے اندر تعلیمی اور معاشرتی انقلاب کی جڑیں مضبوط کی جاسکیں۔

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں قرآنی تعلیمات ہی کے فروغ کے لئے انجمن خدام القرآن جھنگ اور قرآن اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا تھا اور اپنے قیام کے روز ہی یہ ادارہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے شب و روز کوشاں ہے۔

اسی بات کا مظہر ہے کہ قرآن اکیڈمی جھنگ میں ایک طرف اسلامی تاریخ کی عظیم شخصیات کی یاد میں ماہانہ سیمیناروں کا سلسلہ جاری ہے دوسری طرف 25 روزہ قرآن فہمی کورسز کا باقاعدگی سے انعقاد ہوتا رہتا ہے جس کا 13 واں کورس (جون 07) جاری ہے رمضان المبارک میں تراویح کے ساتھ ترجمے کا پروگرام بھی عرصہ دس سال سے منعقد ہوتا ہے اور ترجمۃ القرآن اور عربی کلاسز کا وقتاً فوقتاً انعقاد بھی تسلسل سے ہوتا رہتا ہے قرب و جوار میں دروس قرآن کا ایک بابرکت سلسلہ بھی جاری ہے۔

انجمن خدام القرآن جھنگ کی تشکیل کے موقع پر (نومبر 98) ایک مضمون ''قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں'' پہلے میثاق لاہور میں شائع ہوا اور بعدازاں کتابی شکل میں بھی لاہور سے شائع ہوا۔ اس تحریر کے ساتھ وہ مضمون قرآن اکیڈمی کے مقاصد اور لائحہ عمل کی وضاحت کے لئے شائع کیا جارہا ہے امید ہے کہ قارئین اس کو مفید پائیں گے کوئی عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن فہمی کے اس مشن کو عام کردے اور لوگوں کو اس طرف متوجہ فرمادے۔ آمین)

یہ کتابچہ 1998ء میں

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور سے

خیریت تعلّم و تعلیم قرآن

یعنی

قرآن حکیم کا علم حاصل کرنے اور بعدازاں اس کو عام کرنے کی فضیلت

کے نام سے شائع ہوا تھا

اس کتابچہ میں بعض مقامات پر اس وقت کے حالات پر تبصرہ ہے اور اشارات ہیں اس وقت اس کی ''حکمت بالغہ'' میں اشاعت کے موقع پر ہم ان فقرات کو تبدیل نہیں کر سکتے تھے تاہم یہ تحریر اسی طرح شائع کی جا رہی ہے قارئین دوران مطالعہ اس بات کا خود خیال فرمائیں

یہ تحریر جدید تعلیم یافتہ یعنی سکولوں، کالجوں اور اعلیٰ تعلیم سے فارغ التحصیل حضرات کو قرآن مجید کی طرف متوجہ کرانے کے لیے سپرد قلم ہوئی تھی اور اب دوبارہ اسی اعلیٰ مقصد کے پیش نظر اس شمارہ میں شامل کی گئی ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی اکرم ﷺ نے ایک ارشاد میں اس عنوان پر حد درجہ جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ آپ ؐ نے فرمایا!

خَیرُ کُم مَن تَعَلَّمَ القُراٰنَ وَعَلَّمَہ‘

یعنی ’’تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں‘‘

اس فرمانِ رسول ﷺ کی اہمیت اس پہلو سے اور بھی کئی گنا بڑھ جاتی ہے کہ یہ صحیح بخاری، صحیح ترمذی، صحیح ابی داؤد، صحیح ابن ماجہ اور مسند احمد بن حنبل میں وارد ہوا ہے۔ مزید برآں اس حدیث کے راوی جماعت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے بھی چوٹی کے صحابہ (میں سے) یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن ماجہ میں یہ روایت حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بھی آئی ہے مگر لفظ ’’خَیرُ کُم‘‘ کی جگہ ’’خِیَارُ کُم‘‘ آیا ہے۔ اسی لفظ خیر سے خیریت بمعنی مقابلتاً اعلیٰ اور عمدہ ہوتا ہے۔

اس حدیث پاک سے ماخوذ الفاظ اردو کے قالب میں جب ڈھلتے ہیں تو وہ ترتیب میں الٹ دیئے جاتے ہیں، یعنی رسالت مآب ﷺ کے الفاظ مبارکہ ہیں تعلّم و تعلیم قرآن۔ خود اکتساب علم پہلے ہے (اور ہونا بھی ایسے ہی چاہئے) اور تعلیم بعد میں ہے۔ مگر اردو میں یہ ترکیب تعلیم و تعلّم قرآن مستعمل ہے یعنی تعلیم پہلے اور تعلّم بعد میں۔ بظاہر تو یہ چھوٹا سا لفظی فرق ہے یا سہو مگر معناً بہت بڑا فکری تناقض ہے جو قرآن سے دوری کا سبب ہے یا اس کے نتیجہ میں عام ہو گیا ہے۔ چنانچہ کوئی عجیب بات نہیں ہے جو کچھ قرآن مجید کے ساتھ مسلمانان عالم بالعموم کر رہے ہیں کہ تعلّم کے بغیر ہی تعلیم ـــــ یعنی قرآن کے ناظرہ علم پر اکتفا‘ حقیقی علوم سے بے اعتنائی اور سب سے بڑھ کر اس پر دلوں کا اطمینان کہ ہم اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کا حق ادا کر رہے ہیں۔ ہر محفل کا قرآن کریم کی تلاوت سے آغاز ہے‘ ہر عرس میں اس کی قراءت ہے‘ ہر سال حسن قراءت کے مقابلے ہیں‘ ہر اچھے برے‘ جائز ناجائز کاروبار کا آغاز اسی کتابِ حق کی تلاوت سے ہے۔ عدالتوں میں قسم اٹھانے کے لئے موجود‘ بیٹیوں کے جہیزوں میں موجود‘ قریب المو ت لوگوں کو سنانے کے لئے قرآن اپنے دل کے ساتھ (یعنی سورۃ یٰسین) موجود‘ گھروں میں برکت کے لئے

موجود، دفع بلیات اور سفلی علوم کے توڑ کے لئے نوری نقش کے طور پر موجود۔ مگر نہیں ہے تو اس کے علم، اس کی زبان، اس کے معانی کے فروغ اور اس کے بطور منبع ایمان اور سرچشمہ یقین ــــ کلام اللہ اور کتاب ہدایت کے طور پر نہیں ہے۔ فیا اسفا یااولی الابصار۔

جب عوامی سطح پر تعلیم قرآن صرف ناظرہ پڑھانا مطمع نظر بن گیا اور حسن معنوی کے بجائے حسن ظاہری پر اکتفا کیا جانے لگا تو قراءت قرآن کے شاندار مظاہر تو سامنے آنے لگے مگر قرآن مجید کا معنوی پہلو ــــ یعنی (اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحسَنَ الحَدِیث ــــ تَقشَعِرُّ مِنہ' جُلُودُ الَّذِینَ یَخشَونَ رَبَّھُم ــــ) والی شان اور (کِتَاب اَنزَلنٰہ' اِلَیکَ مُبٰرَکٌ' لِیَدَّبَّروا اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُو االاَلبَابِ) والی کیفیت ناپید ہوتی چلی گئی اور قرآن مجید کی دعوت کا رنگ لئے ہوئے تفسیریں عنقا اور متکلمانہ موشگافیوں اور فقیہانہ بحثوں والی تفسیروں کی بھرمار ہو گئی۔ نتیجتاً اہل دل و اہل علم اور باصلاحیت مردان کار جو

ع ''قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں''

اور ؎ ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف

کی سی افتادِ طبع رکھتے تھے وہ قرآن سے دور ہوتے چلے گئے اُمت میں ''خَیرُ کُم'' کے مصداق صرف بچوں کو ناظرہ پڑھانے والے یا حفظ قرآن کی خدمت پر مامور حضرات رہ گئے۔ مزید برآں چونکہ قرآن کا انسان کے باطن اور کردار سے کوئی تعلق نہ رہا تو ان حضرات کا کردار بھی آہستہ آہستہ قرآن سے دور ہوتا چلا گیا جس کے مظاہرے آئے دن اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں اور جنہیں عوام بھی خوب جانتے ہیں۔ جس کی وجہ سے عوام کی نگاہ میں بھی علماء اور قرآن مجید کا وہ اعلیٰ مقام باقی نہ رہا۔

اسی صورت حال کا گزشتہ دو صدیوں میں یہ منطقی نتیجہ بھی نکلا ہے کہ باصلاحیت اور ذہین نوجوان نے دین کے حوالے سے خدمت کا راستہ بند پا کر اپنے لئے دنیا کے میدان کا انتخاب کر لیا۔ انسان کے اندر ''خودنمائی'' کا جذبہ تو ایک بنیادی اور جبلی جذبہ ہے ہی اور ہر انسان کم و بیش اس کے زیر اثر ہے، اس سے انکار ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا فہیم عناصر اور ذہین اقلیت جو کسی قوم کا دماغ

اور ''حاصل'' ہوتے ہیں وہ ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والے عناصر سے گھٹنا شروع ہو گئے۔

اس عمل اور ردعمل کا نتیجہ ایک طرف تو یہ نکلا کہ برعظیم پاک و ہند میں مسلمانوں کی قیادت وسیادت دینی شخصیات کے ہاتھ سے آہستہ آہستہ نکل کر 60-70 سال کے اندر اندر مغربی تعلیم یافتہ طبقات اور غیر دینی شخصیات کے ہاتھ میں چلی گئی اور دوسری طرف دینی تعلیم کے فقدان (صرف تہذیبی اور ثقافتی اثر جو نسلاً بعد نسلٍ باقی تھا وہی رہ گیا) اور مغربی تعلیم کے خدا ناشناس تصورات کی وجہ سے ''فراستِ مؤمنانہ'' والی مسلمان قیادت جو صرف مسلم کاز (MUSLIM CAUSE) کے لئے برسرِ پیکار ہو' کا قحط الرجال پیدا ہو گیا اور گزشتہ دو عشروں سے مسلمان امت کی زمام کار جن ہاتھوں میں ہے دینی اعتبار سے تو کسی (کم سے کم) معیار پر بھی شاید ہی پورے اتریں' دُنیوی اعتبار سے بھی STATESMANSHIP کی صلاحیت سے اکثر و بیشتر عاری ہیں۔ چنانچہ سعودی عرب اور عرب ریاستیں (جو عالم اسلام کا ایک طرح بیت المال ہیں) خالص ملوکیت کا شکار ہیں اور امریکہ کے زیر اثر ہیں۔ ترکی' پاکستان اور بنگلہ دیش میں نوجوان قیادت کے نام سے نئے چہرے سامنے لائے گئے اور ان تینوں ممالک میں تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمان عورتوں کو اقتدار دلوایا گیا جس کے بھی خاص صہیونی مقاصد ہیں۔ ایران کی قیادت نے جراَت دکھائی' ملک میں شہنشاہیت کی جڑ کاٹ دی مگر ان کے فلسفۂ انقلاب اور اسلام کی تشریحات بیسویں صدی کے بالغ اور بیدار انسان کو بھی متاثر نہ کر سکیں اور نہ ہی عالم اسلام کی غالب اکثریت کو متاثر کر کے اس کی قیادت کا منصب حاصل کر سکیں۔

افغانستان میں طالبان کی نوخیز قیادت مستقبل میں کیا مقام حاصل کرتی ہے اور اسلام کے حقیقی کاز کے لئے کیا خدمت کرتی ہے' اس کی کامیابی کے لئے دعا بھی کی جا سکتی ہے اور امید بھی' مگر اس پر کوئی تبصرہ کرنا قبل از وقت ہے۔

پاکستان کی موجودہ قیادت کا بھی کڑا امتحان ہے۔ مغرب کے صہیونی منصوبوں کے خلاف کھڑے تو ہو گئے ہیں اور ؏ ''مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے'' کے زیر اثر شاید کچھ پیش رفت بھی ہو جائے مگر اس پر بھی فی الحال تبصرہ ممکن نہیں یہ دونوں مثالیں اوپر درج صورت حال کے خلاف نہیں ہیں بلکہ اسلام کے احیاء اور عالمی غلبے کی امنگ کی آئینہ دار ہیں کہ

ایک روبہ اصلاح UP WARD عالمگیر احیائی عمل جاری وساری ہے۔

اس صورت حال کا علاج کیا ہے؟ اور تدارک کی تدابیر کیا ہیں؟ اس کے لئے سرخیل امت مسلمہ وافضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق کےاس اثر آفتاب اثر کےسوااور کیا کہا جاسکتا ہے کہ!

لا یصلح اخر ھذہ الامَّۃِ الا بما صلح بہ اولھا

یعنی ”اس امت کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہوگی مگراسی طرح جس طرح اس کے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی“

اس پہلے حصے کی اصلاح کیسے ہوئی؟ کیا کایا پلٹ ہوئی؟ اس میں کس چیز نے کیا کردار ادا کیا؟ بنیادی اورکلیدی حصہ کس چیز کا تھا؟ اس اصلاحی عمل کے لئے آج ہمیں کیا کیا چیزیں میسر ہیں؟ یہ سوالات اوراس طرح کے دیگر بہت سارے سوالات کے جوابات زیادہ عمیق اور مشکل نہیں ہیں اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ جناب محمد رسول اللہﷺ کی قائدانہ اور مدبرانہ صلاحیتوں کےعلاوہ جوشئے اس اصلاح احوال کے لئے موثر تھی، وہ تھی قرآن مجید___ کتاب اللہ

دوررسالتﷺ میں تو رسول اللہﷺ کی ذات گرامی اور قرآن مجید ایک ناقابل تقسیم وحدت تھی۔اس لئے کہ ”کَانَ خُلُقُہُ القرانْ“ کےمصداق آپؐ کےاخلاق قرآن کا عکس کامل تھے۔اور یوں کہنا بےجانہ ہوگا کہ آپﷺ قرآنِ مجسم تھے۔

اسی نکتہ کی شرح یہ ہے کہ آپﷺ کا ہر عمل اور سرگرمی قرآن مجید کے محور کے گرد گھومتی رہی۔ چنانچہ___________

☆ آپﷺ لوگوں کوقرآن مجید ہی پڑھ پڑھ کرسناتے رہے جس کی تاثیر کے جادواثر ہونے کے سبب لوگ آپ کے اس عمل کو جادواور آپ کو جادوگر کا خطاب دیتے رہے

☆ آپﷺ کا انذاراورتبشیر، جوفرائض رسالت تھے، قرآن مجید ہی کے ذریعے سے تھے

☆ آپﷺ کی طرف سے وعظ اور نصیحت (ذکر) بھی قرآن ہی کی بنیاد پر تھا۔

☆ رات کی تاریکی میں لمبی لمبی (نصف رات اوردوتہائی رات) نمازیں قرآن ہی کی

دلسوز تلاوت اوراس پر غور فکر پر مبنی ہوتی تھیں، جس کے لئے آپ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کو یاد کر لینا اپنی سعادت ہی سمجھتے تھے۔

☆ اخلاق و کردار کے میدان میں دلوں کے روگ اور بیماریوں کے لئے قرآن مجید ہی کو شفا قرار دیا گیا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا تزکیہ نفس اسی قرآن مجید ہی کا مرہون منت تھا

☆ حتیٰ کہ مخالفوں کے ساتھ کشمکش، دلیل و برہان کی جنگ اور باطل نظریات کے توڑ کے لئے قرآن مجید ہی وہ واحد ہتھیار تھا جو نہ کبھی کند ہوا ہے اور نہ ان شاء اللہ ہوگا۔ قرآن کریم نے اس عمل کو ''جہاد بالقرآن'' کا نام دیا ہے۔

☆ مکی دور سے مدنی دور کی طرف پیش قدمی کا نشان راہ ہجرت کا واقعہ ہے۔ اس کے ساتھ اس معاشرہ کی تشکیل کا عمل شروع ہوا اور سماجی، معاشی، عدالتی، سیاسی اور جنگی میدانوں میں محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو قرآن ہی کے تابع کر دیا۔ حتیٰ کہ دنیا نے دیکھا کہ صلح و جنگ اور سیاست و زراعت (معاش) جیسے منہ زور اور آزاد شعبے بھی قرآن کے شکنجے میں کس دیئے گئے جس سے دنیا کو عدل و انصاف، اخوت و مساوات اور اصول صلح و جنگ اور سیاست و درویشی کے لازوال اصول سمجھ میں آئے جس کی اس سے پہلے نظیر نہیں مل سکتی۔ چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ نے عام انسانوں کو قرآنی تربیت سے انسان کامل بنا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ درویش صفت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وقت صحرائے عرب سے نکلے اور دنیا کے ایک بڑے حصے پر چھا گئے۔ وہاں کے ملوکیت زدہ عوام اور سماج دشمن قانون کے شکنجوں میں کسے ہوئے لوگوں نے اسلام کے سایہ عاطفت میں پناہ لی اور ایک رُبع صدی کے اندر دنیا کی عظیم ترین سلطنت خلافتِ اسلامیہ کے نام سے قائم ہوگئی۔

اس دورِ خلافت میں کامل مساوات انسانی، معاشی عدل اور اللہ کی حاکمیت زریں اصول تھے۔ جس سے انسان کو عظمت ملی، مگر خلافت راشدہ کے آخری زمانے میں دشمنوں نے سازشیں کیں اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور ہوتے ہوتے قرآن مجید پس پردہ چلا گیا۔ اگرچہ قرآن مجید کے پس پردہ چلے جانے سے قومی اور نسلی جذبے نے آگے بڑھ

کر جگہ لی اور خلافت راشدہ پہلی صدی کے آخری عشروں میں عرب ملوکیت (ARAB IMPERIALISM) کا روپ دھار گئی' اور یوں اسلام کی نہ سہی مسلمانوں کی شان وشوکت بر قرار رہی۔

مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والے سازشی عناصر دراصل قرآن کو نظروں سے اوجھل کرنے اور مسلمانوں کی زندگیوں سے نکالنے کی سازش کر رہے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے شہید ہونا' جنگِ صفین کے موقع پر قرآن کے فیصلے کو نہ ماننے کا اعلان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قرآن پڑھتے ہوئے فجر کی نماز میں شہید کر دیا جانا اس سازش کا پتہ دیتے ہیں۔ اس سازش کا دوسرا حملہ وہ تھا جو تقریباً ایک صدی بعد عباسی خلفاء کے دور میں قرآن کے ''مخلوق'' ہونے کے مسئلے کی صورت میں پیش آیا۔ قرآن کو بوسیدہ' از کارِ رفتہ اور ناقابل عمل پرانے زمانے کی چیز بنانے کی اس سے بڑی سازش آسان لفظوں میں ممکن نہ تھی' مگر اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا وہی ہوا یعنی نبی آخر الزماں ﷺ کی لائی ہوئی آخری ہدایت کو تا قیامت باقی رکھنا مشیتِ ایزدی اور حکمتِ خداوندی میں طے تھا لہٰذا وہ باقی رہا۔ مگر سازشیوں نے اپنی طرف سے کوئی کمی نہ چھوڑی یہاں ناکامی کا منہ دیکھ کر اپنے مقاصد کے حصول یعنی قرآن کو مسلمانوں کی عملی زندگی سے نکالنے کے لئے دوسرے راستے اختیار کئے جس میں وہ بہر حال کامیاب رہے۔ اگرچہ حق پرست علماء اس فتنے کا ہر دور میں سدِّ باب کرتے رہے' خاک وخون میں لوٹتے رہے اور دار ورسن کو زینت بخشتے رہے' تاہم مسلمانوں کی عظیم اکثریت اس فتنہ کے سیلاب میں بہہ گئی اور صرف نام کی مسلمانی باقی رہ گئی۔

جو دعوت محمد ﷺ کی تھی وہی سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تھی' وہی دعوت قرآن مجید کی تھی۔ قرآن حکیم کے خلاف کام کرنے والے عناصر کون تھے؟ یہی سرمایہ دار' متکبر' بادشاہ' ظالم عیاش اور اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنے والے حکمران۔ سابقہ ادوار میں ایسے لوگوں نے ہی نبیوں کو قتل کیا۔ یہود ان میں پیش پیش ہیں اور آسمانی صحیفوں تورات' انجیل وزبور کو ایسے لوگوں نے اپنی سازشوں سے دنیا سے غائب کر دیا کہ نہ حق کی آواز اٹھے گی نہ ان کی حکمرانی میں خلل آئے گا' نہ عوام جاگیں گے نہ حقوق کی بات ہو گی اور نہ ظلم وشرک کی کوئی پہچان رہے گی نہ ان کے

اقتدار کو کوئی چیلنج کرنے والا ہوگا۔ یہی لوگ ظالم حکمرانوں‘ ان کے نورتنوں‘ درباری علماء اور دنیا پرست صوفیوں کے روپ میں صدیوں سے اس کھیل میں مصروف رہے ہیں اور ان ہی کی کوششوں کی بدولت قرآن آہستہ آہستہ مسلمانوں کی زندگیوں سے نکل گیا اور بالآخر طاق نسیاں کی زینت بن گیا۔

تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں یا انیسویں صدی عیسوی کے شروع میں جب انگریز برعظیم پاک و ہند میں قدم جمانے میں کامیاب ہوا تو اگرچہ حکمران نام کے مسلمان تھے اور عوام کے لئے اسلامی قوانین بھی محدود حد تک تھے جن کا اطلاق بہر حال امراء کے محلات پر نہیں ہوتا تھا تاہم علمائے حق کی کوششوں سے مسلمانوں کو ان کے دینی تصورات سے وابستہ رکھنے کی کوششیں ہر سطح پر موجود تھیں۔ اگرچہ مسلمانوں کا آج کے دور کی طرح کوئی منظّم مرکزی محکمہ تعلیم تو نہ تھا مگر ناظرہ قرآن‘ دینی معلومات کے لئے عام فہم کتب‘ معراج نامہ‘ داستان امیر حمزہؓ اور قصہ یوسف علیہ السلام جیسی کتب سے لوگ اپنے مذہبی جذبات کی آبیاری کرتے رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انگریزوں کی آمد پر مسلمانوں میں تعلیم کی شرح 84% تھی (رپورٹ لارڈ میکالے) جو کہ آج تعلیم کے غلغلہ اور گلی گلی‘ سکولوں کی بھرمار کے باوجود پندرہ بیس فیصد سے زیادہ نہیں۔ سابقہ دور میں علم کے اس فروغ میں جس جس کا جتنا حصہ ہے اس کو اس کا CREDIT ضرور ملنا چاہیئے۔

قرآن مجید کی مسلمانوں کے لئے اہمیت کے پیش نظر قرآن کے شہدائیوں نے ہر دور میں قرآن مجید کی تعلیم پھیلانے کی سرتوڑ کوششیں کیں اور قرآن دشمنوں نے اس کو پس پردہ ڈالنے میں جان و مال کی بازی لگائی۔ اس کی تفصیل کچھ کتابوں میں محفوظ ہے اور باقی تاریخ کا حصہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے‘ اس کا راز تو آخرت میں ہی کھلے گا۔

لیکن یہ بات بانگ دھل کہی جا سکتی ہے کہ ہمارا 1000-1200 سال کا ماضی قرآن دوستی سے یکسر خالی نہیں رہا۔ ہزارہا علماء وصوفیاء نے زندگیاں کھپائی ہوں گی اور سینکڑوں کتابیں لوگوں کو قرآن کے قریب کرنے اور عوام تک پہنچانے کے لئے تحریر کی گئی ہوں گی جو امتدادِ زمانہ سے ہم تک نہیں پہنچ سکیں۔ اس کی ایک وجہ انگریز کی حکومت بھی ہو سکتی ہے جس نے مسلمانوں سے

حکومت چھینی اور ہماری روایات اور ماضی کے سارے روشن نقوش مٹا ڈالنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

آج کا دور بجا طور پر مغرب کی علمی، فکری، سیاسی اور عسکری بالادستی کا دور ہے۔ اگرچہ مغرب کی براہ راست غلامی سے ہم نے 1947ء میں گلو خلاصی حاصل کر لی تھی تاہم نصف صدی بعد بھی ہم ان کے تہذیبی اور ثقافتی ہی نہیں علمی و فکری سطح پر بھی غلام ہی ہیں۔ (اب ایٹمی دھماکہ نے شاہد صور اسرافیل کا کام کیا ہے اور یہ مردہ قوم کچھ انگڑائی لے رہی ہے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا سوچ رہی ہے۔)

انگریز غیر ملکی حکمران تھے۔ ان کا مذہب، اقدار، سوچ، علمی وراثت اور تہذیب و ثقافت ہر چیز ہم سے مختلف تھی۔ اس کے پورے برعظیم پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد سیاسی میدانوں میں تو آزادی وطن کی تحریکیں چلیں اور اس میں مذہب کا نام بھی لیا گیا' مگر خالص علمی و فکری میدان میں کماحقہٗ کام نہیں ہو سکا۔

تعلیمی میدان میں علی گڑھ اور دیو بند کی دو عظیم تحریکیں برعظیم کے مسلمانوں پر حد درجہ اثر انداز ہوئیں۔ علی گڑھ جدیدیت کا علمبردار اور مغرب کا مداح تھا۔ تاہم یہ لوگ انگریزوں سے غیر مرعوب ہونے کی وجہ سے عوام کے دلوں کے قریب تھے' اگرچہ اس میں دین و مذہب اور قرآن کی تعلیم کا عنصر نہ ہونے کے برابر تھا، جبکہ دیو بند قدامت پرستی اور علوم انبیاء کا وارث ہونے کا دعویدار تھا مگر معاشرے کے ایک غیر مؤثر طبقے تک ہی اس کی رسائی تھی اور MASS SCALE پر عوامی رابطے سے تہی دامن تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انگریز کے آنے کے بعد مسلمان خواص اور عوام دونوں میں سابقہ دینی اثر اور روایتی مذہبی اقدار کا اثر رفتہ رفتہ کم ہونا شروع ہوا اور اب تقریباً ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ چنانچہ اب اسلام کے عائلی قانون کی بھی کھلے عام تضحیک و توہین آئے روز اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہے اسی پر قیاس کر لیجئے دوسری اخلاقی قدروں کو جو کسی قوم کی کردار سازی میں بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں' بلکہ کردار کی جگہ اب منافقت نے لے لی ہے اور مسلمانوں میں' اِلّا ماشاء اللّٰہ' چند استثنیات کو چھوڑ کر اور ''القلیل کالمعدوم'' جو جتنا بڑا رہنما ہے اتنا ہی بڑا منافق ہے۔

دوسری طرف انگریز کی مادی ترقی کے چکا چوند مظاہروں سے ہماری نئی نسلیں مغرب کی دلدادہ ہوتی چلی گئیں اور انہی کے تہذیبی وثقافتی رنگ کو اختیار کرتی چلیں گئیں۔

گزشتہ دو صدیوں کے اس عرصے میں جب اسلام کی تہذیبی و ثقافتی اقدار زمین بوس ہوگئیں، مسلمانوں کی حکومتیں بھی نہ رہیں اور باقی رہیں بھی تو انگریزوں کی باج گزار ہوکر تو اوپر درج حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا وہ اثر جو آفتاب آمد دلیل آفتاب آمد کی طرح از خود واضح اور مدلّل ہے، کے تحت کئی اصحابِ درد میدان میں آئے اور انہوں نے اُمتِ مسلمہ کو جگانے اور اپنی اصل روایات کی طرف لوٹنے کا نعرہ لگایا۔ دنیا کے دوسرے ممالک کے خلاف برعظیم پاک و ہند میں اس احیائی عمل میں قرآن مجید کو بجا طور پر محور بنایا گیا اور اس طرح اس علاقے میں اسلام کے عالمی غلبے کی جدوجہد میں قرآن کا عنصر شامل ہوا جس سے اس جدوجہد کو ایک گونہ نسبت دور نبوی علٰی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام سے پیدا ہوگئی جس پر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

اس جدوجہد میں علماءِ حق میں سے سرخیل ہیں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ جنہوں نے مالٹا کی اسیری سے رہائی پر وطن واپسی پر دیوبند میں علماء کے اجتماع میں فرمایا کہ میں جیل کی تنہائیوں میں ایک سبق سیکھ کر آیا ہوں اور وہاں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ بقیہ زندگی عوامی دروس قرآن کے ذریعے عوام کو قرآن سے روشناس کراؤں۔ دوسری طرف جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں سرفہرست علامہ اقبال ہیں جن کی شاعری نے مسلمانوں کو جذبہ ملی دیا۔ اقبال نے فرمایا!

ؔ وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

اور ؔ

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

اور ؔ

تو ہمی دانی کہ آئینِ تو چیست؟
زیرِ گردوں سرِّ تمکینِ تو چیست؟

آں کتاب زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ اُولایزال است وقدیم

اس میدان میں مولانا ابوالکلام آزاد 21ء تک گرجتے رہے‘ حتیٰ کہ دیوبند کی کوکھ سے جنم لینے والی جماعت (مراد تبلیغی جماعت) جو مولانا الیاسؒ کی قیادت میں ابھری‘ اس نے بھی فضائل قرآن کو خوب پھیلایا اور خوب یاد کرایا (اگرچہ آگے بڑھ کر قرآن کی تعلیم کو نہیں اپنا سکی)۔ مولانا مودودیؒ بھی اس میدان میں آئے اور ان کی تفسیر بلا مبالغہ عام فہم ہونے کے سبب دنیا کی سب سے زیادہ چھپنے والی تفسیر ہے۔ گزشتہ تین عشروں سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ اور ان کے ادارے بالخصوص انجمن ہائے خدام القرآن‘ قرآن کے علوم کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ تاہم ہنوز بہت سارا کام کرنا باقی ہے۔

آنے والے دنوں میں قرآن وحدیث کے اشاروں کے مطابق جو عالمی غلبہ حق ہونے والا ہے اور اس کا نقطۂ آغاز اگر سرزمین پاکستان نے بننا ہے تو ایک بہت بڑا کرنے کا کام یہ ہے کہ قرآن کے علوم کو عوام تک پہنچا دیا جائے۔ آج کے عوام کی قرآن سے دلچسپی کی کیفیت بڑی پریشان کن ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں ایک اندازے کے مطابق صرف پانچ فیصد لوگ باقاعدگی سے نماز ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے باقاعدگی سے ناظرہ قرآن پڑھنے والے 3/5 ہوں گے اور ان میں سے بھی سمجھ کر پڑھنے والے شاید پانچ فی ہزار ہوں گے۔

یہ کیفیت اُمت کے بہی خواہوں اور دردمندوں کے لئے پریشانی کا باعث ہونی چاہئے ان حالات میں کرنے کا کام یہ ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے والا ہر شخص اس فکر میں لگ جائے کہ دوسرے مسلمانوں تک قرآن کے علوم کو کیسے پہنچایا جائے۔ اس مقصد کے لئے اگر مسلمانان پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کر لیں‘ یعنی (1) قرآن کو نہ سمجھنے والے اور (2) قرآن کو سمجھ کر باقاعدگی سے پڑھنے والے‘ تو ذمہ داری اگرچہ ان دونوں طبقوں کی ہے‘ مگر پہلے طبقے کی آسانی ہے کہ اگر صحیح انداز سے اسے متحرک کر دیا جائے تو وہ قرآن پڑھنے پر آمادہ ہو جائے گا زیادہ ذمہ داری دوسرے طبقے کی ہے جسے اس کام کے لئے زیادہ وقت کا ایثار کرنا پڑے گا اور مال کا ایثار بھی کرنا ہوگا۔ اس ضمن میں کئی کوششیں ہو رہی ہیں‘ مزید ہوں گی ____ مگر جب تک عوام تک قرآن

کی دعوت کو پہنچانے کا کام عام نہیں ہو جاتا یہ کام کرتے رہنا ہوگا۔

قرآن مجید کو عوام تک پہنچانے اور پہلے مرحلے میں اسے کم از کم آج کے ہر میٹرک ایف اے پاس افراد کے ہاتھوں تک پہنچانے کے لئے ہمیں کئی کام کرنا ہوں گے جو درج ذیل ہے

(1) ایسے فضائل قرآن کا بیان جو دو چار نشستوں کے بعد لوگوں میں ایسی اُمنگ پیدا کر دے کہ وہ بے خود ہو کر قرآن پڑھنے پڑھانے پر آمادہ ہو جائیں۔

(2) ایسے مختصر دورانیہ کے کورسز (SHORT COURSES) جو ایک چلہ' دو چلہ' تین چلہ' یا چار ماہ' آٹھ ماہ اور ایک سال کے ہوں اور ان کورسز کی ترتیب ایسی ہم آہنگ اور ملک گیر ہو کہ کوئی شخص تین چلہ کے کسی قرآنی کورس میں ہمہ وقت داخلہ لے اور ایک چلہ کے بعد جاری نہ رکھ سکے یا کہیں تبادلہ ہو جائے تو کچھ عرصے بعد وہ دوسری جگہ دوسرا چلہ لگا سکے اور پھر اپنی فرصت کے مطابق تیسرا چلہ لگا کر قرآن فہمی کا کورس مکمل کر لے

(3) قرآن فہمی کے ان کورسز کے لئے ابتداء قرآن کے ترجمہ سے نہ کی جائے بلکہ ابتداء میں شرکاء کو عربی زبان کی تعلیم بطور عربی زبان (AS A LANGUAGE) دی جائے تا کہ ان میں عربی کا ڈر ختم ہو اور قرآن آسان محسوس ہو' بصورت دیگر صرف ''رٹا'' (MEMORIZATION) سے یہ معاملہ جلد ہی ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔

(4) عربی زبان کی ترویج و تعلیم بھی مدارس کے روایتی طریق پر نہ کی جائے' بلکہ سکولوں اور کالجوں کے طالب علموں کے لئے (جنہوں نے انگریزی اور اردو کی گرائمر پڑھ کر امتحان پاس لئے ہوتے ہیں) انگریزی اور اردو کے تقابل میں عربی گرائمر کو آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا جائے تا کہ شرکاء میں وحشت پیدا نہ ہو' اور جہاں تک ممکن ہو فعل کی بجائے اسم اور حرف کی بحث پہلے پڑھائی جائے اور فعل کی بحث آخر میں۔

(5) عربی کی ترویج کے لئے عام فہم کتب کو رواج دیا جائے۔ اس کے لئے عام فہم کتب لکھنے پر مختلف ملکی اداروں کی طرف سے آسان عربی کتابیں لکھنے پر انعامات دیئے جائیں اور پھر اس طرح منتخب کتابوں کو شامل نصاب کیا جائے۔

(6) عربی زبان کی ترویج کے لئے جدید ذرائع تعلیم از قسم بلیک بورڈ' وائٹ بورڈ' آڈیو اور

ویڈیو کیسٹ اور کمپوٹر ڈسک کو بھی استعمال میں لایا جانا ضروری ہے۔

(7) قرآن فہمی کے لئے رہنما کتابیں شائع کی جائیں اور انہیں مختلف اداروں کی طرف سے سستا (SUBSIDIZE) کر کے فروخت کے لئے پیش کیا جائے۔

(8) قرآن کے صرف برکت کی کتاب اور تعویز گنڈے کی کتاب ہونے کے تصور کو ختم کرنے والے کتابچے عام کئے جائیں اور ہو سکے تو وقت خرید کر ریڈیو اور ٹی وی پر پروگرام پیش کئے جائیں تا کہ قرآن فہمی کا ایک شوق اور جذبہ پیدا ہو سکتے۔

(9) عربی کے اس فروغ کو آج کے عمومی تصور ''تعلیم ایک تجارت'' کے انداز میں ہرگز نہ چلایا جائے بلکہ ایسے لوگ سامنے آئیں جو ایک داعی کی حیثیت سے اس کام کو آگے بڑھائیں اور (وَمَا اَسئَلُکُم عَلَیہِ مِن اَجرٍ) کی شان کے ساتھ سامنے آئیں' اور اگر کسی مدرس کو کہیں کوئی مشاہرہ دینا ہی پڑے تو ایسے ادارے اور انجمنیں وجود میں لائی جائیں جو اس کو ایک منظّم انداز میں لے کر چلیں تا کہ یہ نیک کام دنیا پرست اور بدنام زمانہ لوگوں کے ہاتھوں میں جا کر بدنام نہ ہو جائے۔

(10) قرآن فہمی اور قرآن شناسی کے عام اصول یکجا کر کے چھوٹے کتابچے کی شکل میں مرتب کئے جائیں تا کہ عام قاری کو یہ اصول آسانی سے مل سکیں اور وہ ان کو ازبر کر کے استفادہ کر سکے۔

(11) اس مقصد کے لئے ہر قابل ذکر جگہ پر قرآنی تفاسیر اور لٹریچر کی لائبریریاں قائم کی جائیں تا کہ لوگ قریبی مراکز سے استفادہ کر سکیں۔

(12) قرآن مجید کو ایسے لوگوں تک پہنچانا جو ناخواندہ ہیں زیادہ توجہ کا طالب اور کٹھن مرحلہ ہے۔اس مرحلہ کے لئے درج ذیل کام ضروری ہیں۔شاید کہ اس سے مقصد کے حصول میں آسانی ہو۔

(i) شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے بقول گلی گلی اور محلّہ محلّہ دروسِ قرآن کی عوامی محفلوں کا اہتمام کیا جائے جن میں قرآن مجید کی آیات کی دعوتی انداز میں تشریحات کی جائیں۔فقہی اور نظری مسائل کو زیادہ نہ پھیلایا جائے۔قرآن کے فطری استدلال

سے لوگوں کو روشناس کرانے کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے' اس لئے کہ آج کل ہمارے کان فقہی بحثوں' نور و بشر کے جھگڑوں' رفع یدین اور فاتحہ خلف الامام جیسے مسائل پر دُھواں دھار تقریروں کے عادی ہو کر خراب ہو چکے ہیں۔ ایسے حالات میں مناظرہ بازی سے ہٹ کر خالص قرآن کے آفاقی دلائل کی بات پر لوگوں کو جمع کرنا لوگوں کے علمی ذوق کو بدلنے کے مترادف ہے۔ جس کے لئے طویل محنت اور لگن کی ضرورت ہے۔

(ii) قرآنی تعلیمات کو عوام تک پہنچانے کا دوسرا مؤثر ذریعہ خطبہ جمعہ ہے جس میں ہزار ہا لوگ آج بھی جمع ہوتے ہیں خطباء کرام اور علماء سے گزارش کی جائے کہ وہ خطابات جمعہ میں قرآنی آیات اور مباحث کو موضوع بنائیں تا کہ قرآن فہمی کا ذوق بیدار ہو سکے' جو لوگوں کی (EDUCATION) اور ذہن سازی میں مِمدّ و معاون ہوگا

(iii) اس مقصد کے حصول کے لئے تیسرا کام اگرچہ مشکل ہے مگر ناممکن نہیں یہ کام ہے رمضان المبارک کی بابرکت راتوں میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تشریح کرنا۔ اس کی مختلف شکلیں ممکن ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ لوگ کوششیں کریں اور اپنی اپنی مساجد کے ائمہ' حفاظ' خطباء یا محلّہ کے اہل علم حضرات کو باصرار ترجمۃ القرآن کے کام پر آمادہ کریں۔

(ا) تراویح سے قبل یا بعد قرآنی نصاب تراویح کے مضامین کا 15-20 منٹ میں تعارف کرایا جائے۔

(ب) تراویح کے بعد قرآنی نصاب تراویح کا باقاعدہ بیٹھ کر ترجمہ کیا جائے اور اہتمام سے سنا جائے۔ یہ انتظام مسجد میں ہو تو بہتر ہے ورنہ کسی گھر میں بھی ہو سکتا ہے۔

(ج) تراویح کے بعد ترجمہ کے لئے کسی صاحب علم کو دعوت دی جا سکتی ہے اور اس مقصد کیلئے مختلف حضرات کے آڈیو اور ویڈیو کیسٹ مارکیٹ میں ملتے ہیں' اِن سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

(د) جامع ترین شکل یہ ہے کہ تراویح کی چار رکعات سے قبل باقاعدہ قرآن کھول

کر نصاب کا ترجمہ اور تشریح بیان کی جائے' جو 45 منٹ سے زائد نہ ہو' پھر چار رکعت پڑھی جائیں۔ اس طرح 20 رکعات (یا جہاں آٹھ رکعات پڑھتے ہیں وہاں اپنے حالات کے مطابق وقت کا تعین کر لیا جائے) مکمل کی جائیں اس طرح رمضان المبارک کی تراویح میں ترجمۃ القرآن مکمل ہو سکتا ہے جو بہت بڑی سعادت ہے۔

اس طرح عوام تک براہ راست قرآنی علوم کا ذخیرہ افادۂ عام کے لئے پہنچایا جا سکتا ہے۔ شروع میں اس کام کے لئے اساتذہ کم ہوں گے اور سارے علماء بھی ہمت نہیں کریں گے مگر آہستہ آہستہ یہ کام پھیلے گا اور آسان ہوتا چلا جائے گا۔ تعلیم یافتہ حضرات کو قرآن سکھانے کا جو پروگرام درج ہے اس میں سے بھی جو حضرات قرآن سیکھتے چلے جائیں اس مبارک کام میں اپنے آپ کو لگاتے چلے جائیں تو یہ کام اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے تھوڑے عرصے میں قریہ قریہ اور بستی بستی پھیل سکتا ہے۔ آخری بات جو بہت اہم اور اس جدید دور کے علماء قرآن پر عوام کی طرف سے ''قرض'' ہے جو جتنی جلد ادا ہو سکے اتنا ہی بہتر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے استفادہ کیلئے عام فہم طریقہ نکالا جائے۔ (METHODOLOGY TO UNDERSTAND QURAN) تاکہ قاری بھاری تفاسیر کے بوجھ اور متکلمانہ اور فقیہانہ بحثوں سے کم از کم ابتدائی مراحل میں بچ سکے۔ اس لئے کہ عام قاری تو علماء حق ہی کا قدردان ہوگا' وہ قرآن پڑھ کر اس سے برگشتہ نہیں ہوگا بلکہ مشکلات کی صورت میں انہی کے پاس آئے گا' مگر آج کے قرآن پڑھنے والے کی مشکل یہ ہے یہ کہ علماء کسی تفسیر سے متعارف کر دیتے ہیں اور وہ قاری اس کی بحثوں میں پھنس کر کسی کنارے پر پہنچے بغیر یا تو قرآن سے دور ہو جاتا ہے کہ قرآن ناقابل فہم کتاب ہے' یا علماء سے بدظن ہو جاتا ہے کہ وہ قرآن کو ہمارے لئے کیوں عام نہیں بنا سکے' یا خود علماء سے الگ قرآن سمجھنے کی کوشش میں لگ کر کسی جدید گمراہ فرقے کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ اس میں قصور بیچارے قرآن پڑھنے والے کا نہیں ہے ہمارا ہے کہ قرآن تو عام آدمی کیلئے کتاب ہدایت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور علماء قرآن آج کل اس کو عوامی سطح تک پہنچانے میں ناکام رہے ہیں۔

قرآن کو سمجھنے والے یہ قرض جتنا جلد ادا کریں گے عوام کے لئے قرآن فہمی اتنی ہی آسان ہو جائے گی اور عوامی شعور اور بیداری کی ایک ایسی لہر پیدا ہوگی جو بالآخر اسلام کی آغوش

میں پناہ لے گی۔ آج قرآن کے جاننے والے لوگ قرآن اور حق کے متلاشی عوام میں کس کس طرح سے رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اس کے لئے ایک واقعہ ہی کافی ہے جو ہر باشعور انسان کو لرزا دیتا ہے۔

پچھلے دنوں ایک صاحب نے بتایا کہ کوئٹہ کے کسی تعلیمی ادارے میں ایک ہندو نوجوان نے پڑھنے کے لئے قرآن مجید ایشو کرالیا چند دن تو اس بات کا پتہ نہیں چلا' جیسے ہی یہ بات عام ہوئی ایک شدید ہنگامہ کھڑا ہو گیا اور قرآن فوراً اس نوجوان سے واپس لے کر لائبریری میں رکھ دیا گیا اور نوجوان کو مناسب سزا بھی دی گئی۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبرَۃَ لِاُولی الاَبصَارِ!

قرآن جو ہے ہی لوگوں کی ہدایت کے لئے اور متلاشیانِ حق کے لئے اس کے دروازے متلاشیان پر ہی بند کر دیئے گئے۔ اس واقعہ کے کوئی دیگر عوامل بھی ہوں تو مجھے معلوم نہیں مگر نفس واقعہ سے جو بات عیاں ہے وہ آج کے مسلمان کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے لمحہ فکر یہ ہے کہ آج ہم مسلمان قرآن مجید کو مخلوق خدا تک پہنچا رہے ہیں' یا اس کے ابلاغ کے راستے کا پتھر بنے ہوئے ہیں۔

آج کی ضرورت قرآن کو قرآن سے سمجھنے کا کوئی عام اسلوب ہے۔ اس کیلئے ماضی قریب میں لوگوں نے جانفشانی کی ہے اور کام کیا ہے' ان کا کام کوئی حرف آخر نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دل کھلا کر کے خذماصفاودع ماکدر ''جو صاف اور اچھا ہے وہ لے لو اور جو برا اور غیر مصفی ہے اسے چھوڑ دو'' کے مصداق اس میں سے حق تلاش کیا جائے اور اسے OWN کیا جائے اور حدیثِ رسالت مآب ﷺ!

اَلحِکمَۃُ ضَالَّۃُ المُومِنِ ھُوَ اَحَقُّ بِھَا حَیثُ وَجَدَھَا

کے مصداق اس میں کسی تعصب کو قریب نہ آنے دیا جائے تا کہ قرآن کے علوم عوام اور خواص تک پہنچ سکیں۔

اللہ کرے کہ ''خیریتِ تعلّم و تعلیمِ قرآن'' کی تشریح میں بیان کی جانے والی ذمہ داریاں واضح ہو گئی ہوں اور ہم سب اپنے حصے کا کام سنبھالنے پر آمادہ ہو جائیں تا کہ قرآن فہمی کی ایک عام روچل سکے جس سے قرآن کے منبع ایمان اور سرچشمہ یقین ہونے کے سبب ایمان

کی ایک فصل لہلہائے گی۔اورایمان کی اس بہار کے سبب کیا عجب کہ اسلام کی عالمی غلبے کی نوید کی سنہری سحر کا وقت قریب آ سکے۔یعنی اس کٹھن کام میں حصہ لینے والے ہی در اصل فرمان رسالتﷺ (خَیرُ کُم مَن تَعَلَّمَ القُراٰنَ وَعَلَّمَه،) تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن کا علم حاصل کریں اور (آگے) تعلیم دیں کے مطابق بہترین لوگ ہو سکتے ہیں اور واقعتاً آج کے دور میں اس سے بہتر کوئی CAREER نہیں اوراس سے بہتر کوئی مصروفیت نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اپنی زندگیاں قرآن کریم کے خدمت اوراس کے علوم کی ترویج واشاعت میں لگاسکیں۔(آمین)

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ؎
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

علم، حکمت اورنورِ ہدایت

محمد رشید عمر
(امیر حلقہ پنجاب غربی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل هل يستوی الذين يعلمون والذين لا يعلمون

(زبر آیت 9)

ترجمہ: ''کہہ دیجئے سمجھ والے اور بے سمجھ کوئی برابر ہوتے ہیں''

انما يخشى الله من عبادهِ العلماء۔ (فاطر 28)

ترجمہ: ''اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں سے جن کو سمجھ ہے''

قل رب زدنی علما۔(طہ 114)

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے اے رب زیادہ کیجئے میری سمجھ''

آج علم کی بے شمار اقسام ہیں جن کو ہم تفہیم اور آسانی کے لئے دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1۔علوم صالحہ یا نافعہ 2۔علوم فاسدہ یا علوم شرّ

علوم صالحہ میں سب سے اونچے درجے کا علم ''علم بالوحی'' یا علم کتاب وسنت ہے، علم جتنا صحیح اور وسیع ہوگا اتنا ہی یقین پختہ ہوگا۔ پھر ویسے ہی انسان کا عمل ہوگا۔ مثال کے طور پر نو دس سال کا بچہ جو اعداد کے جمع تفریق اور ضرب تقسیم کا علم سمجھتا ہے۔ آپ اس سے کہیں کہ دو جمع دو آٹھ ہوتے ہیں یا تین ضرب چار کا حاصل بیس ہے تو بڑے پیارے انداز میں وہ آپ کی تصحیح کر دے گا۔ اس کے مقابلے میں اگر کوئی شخص کسی چیز کا علمی احاطہ نہیں کر پاتا۔ تو نہ صرف وہ خود صحیح نتیجہ نہیں جان سکتا بلکہ کسی کے بتانے پر وہ تذبذب کا شکار ہو جائے گا۔ یا صحیح بات کو قبول کرنے سے انکار کر دے گا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بل کذبو بمالم یُحیطوابعلمہٖ ولما یاتیھم تاویلہ(یونس39)

ترجمہ:''بات یہ ہے کہ جھٹلانے لگے جس کے سمجھنے پرانہوں نے قابو نہ پایا اورابھی ان پر کھلی ہی نہیں اس کی حقیقت''۔

دین اسلام میں انسانی معاملات کا علم ہو یا رسوم عبودیت، اہمیت کے اعتبار سے ان کی درجہ بندی کردی گئی ہے۔ وہ اعمال جن کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے ان کی شکل یعنی کرنے کا طریقہ واضح فرمادیا ہے وہ فرض کا درجہ رکھتے ہیں۔ فرائض اللہ اور بندوں کے حقوق ہیں۔ جو بندے پر عائد ہوتے ہیں۔ جن کی ادائیگی اور عدم ادائیگی کے متعلق آخرت میں پوچھ ہوگی۔ اور کامیابی اور ناکامی کا دارومدار انہی پر ہوگا۔ فرائض کی کمی کوتاہی کو پورا کرنے کے لئے واجبات سنن اور مستحبات کا درجہ آتا ہے۔ جن کی ترغیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور تعلیم سے حاصل ہوتی ہے۔ ان میں بھی اہمیت کے اعتبار واجبات یا سنن مؤکدہ مستحبات سے بلند درجہ رکھتی ہیں مباحات کا درجہ بہت بعد میں آتا ہے۔ معاملات میں احکام الٰہیہ پر عمل فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ جبکہ اخلاق حسنہ سے معاملات کی تکمیل سنن ونوافل کا درجہ رکھتے ہیں۔

فرائض ونوافل میں ترتیب اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ فرائض کا تارک اگر چوبیس گھنٹے سنن ونوافل میں گزاردے تو اللہ کی نگاہ میں اس کی دھیلے کی قدر نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص فجر کی دو رکعت فرض نماز ادا نہیں کرتا تو چاہے وہ رات نوافل پڑھتا رہے دن میں ہزاروں تسبیحات کرتا رہے تو اللہ کی نظر میں اس کی ذرہ برابر قدر نہیں ہوگی۔ یہی نسبت زندگی کے دوسرے فرائض کی ہے۔ جو اللہ کی طرف سے فرض کئے گئے ہیں۔ ہم اپنا محاسبہ کریں تو کتنے فرائض اور واجبات ہیں جو ہم چھوڑے ہوئے ہیں نفاذ اسلام تو دور کی بات ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا ہی اس مقصد کے لئے تھا آپ کی پوری زندگی دعوت وتبلیغ دین، ہجرت وجہاد اور اظہار دین الحق علی الدین کلہ میں لگ گئی، زندگی کا کوئی لمحہ اس فریضہ کی ادائیگی سے غفلت میں نہیں گزرا لیکن ہماری اجتماعی زندگی میں تو کہیں اقامت صلوٰۃ ادائے زکوٰۃ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کا کوئی نظام کوئی تحریک نظر نہیں آتی۔ من حیث الامۃ کس درجہ میں ہم فرائض ادا کررہے ہیں فرائض کی عدم ادائیگی کی صورت میں مباحات پر عمل(1) کرنا کس طرح اللہ کی رضا کا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔ جبکہ

مباح وہ اعمال ہیں جن کا اللہ رسول نے کوئی حکم نہیں دیا ہے۔ان کی حلت وحرمت واضح نہیں ہے۔ ہمارے سامنے معاملہ آتا ہے ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ اگر اس کے کرنے میں دین کے اصولوں پر زد نہیں پڑتی۔ اس سے معاشرے میں کسی خرابی یا فساد کا اندیشہ نہیں ہے ۔تو ہم اس کو کر سکتے ہیں۔لیکن یہ عمل قرب الٰہی کا ذریعہ نہیں بن سکتا بالخصوص اس وقت جبکہ فرائض سے کوتاہی کی جارہی ہو۔اس حالت میں کسی مباح کی ترویج کے لئے تحریک برپا کرنا اس میں شامل نہ ہونے والوں کو قابل ملامت سمجھنا اپنے جلسوں میں ان پر تنقید کر کے تفرقے کی دیواریں اونچی کرنا۔ایسے کام ہیں جن کے لئے ارباب علم دین پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے لوگوں کا محاسبہ کریں۔اور اصل کام یعنی فرائض دین جن کی عدم ادائیگی سے آخرت میں اللہ کی گرفت کے مستحق بن رہے اور دنیا میں بھی عزت نام کی کوئی چیز پلے نہیں ہے کھول کر لوگوں کے سامنے واضح کریں اور نوجوانوں کے جذبۂ عمل کو ان فرائض کی ادائیگی کی طرف موڑ دیں اللہ کی خوشنودی فرائض کی ادائیگی میں ہی مضمر ہے۔ارشاد نبوی ملاحظہ کیجئے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالی قال من عادیٰ لی ولیاً فقد اذنته بالحرب و ما تقربّ الی عبدی بشیءٍ احبّ مماافترضت علیه ولا یزال عبدی یتقربّ الی بالنوافل حتیٰ احبه فاذااحببته کنت سمعه الذی یسمع به

---

(1) شادی بیاہ کے موقعہ پر جہیز برات اور نیوندرا کے نام پر رقوم کا تبادلہ ۔ فوتیدگی کے وقت قرآن خوانی اور ختم شریف کا بندوبست۔عید میلاد النبی کے نام پر مسجد نبوی اور بیت اللہ کے ماڈل ٹرکوں اور ریڑھیوں پر لاد کر گلیوں میں اور بازاروں میں گھمانا ۔ عمارتوں پر چراغاں اور گلیوں کو سجانے کے لئے اسراف مال کرنا۔

وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها ولئن سألنی اعطینّه ولئن استعاذنی لاُعیذنّه(بخاری)

ترجمہ'':ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ۔۔۔۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ’’جس نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی کی میری طرف سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے۔ میرے بندے کا میرا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ جو مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ وہ ان اعمال کی ادائیگی سے ہے، جو میں نے اس پر فرض کئے ہیں البتہ میرا بندہ نوافل کی ادائیگی سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ بن جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگے تو اسے ضرور عطا کرتا ہوں اگر میری پناہ مانگے تو ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں‘‘

اس حدیث مبارکہ میں اللہ اور بندے کے درمیان تعلق کے کئی گوشوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن ہمارے سامنے تقرب بالفرائض اور تقرب بالنوافل کے نتائج کو سمجھنا ہے فرائض کی ادائیگی جماعتی سطح پر کرنا ہے۔ یہاں امیر یا امام کی اطاعت لازم ہے نظم کی پابندی ضروری ہے جیسے نماز باجماعت، اموال ظاہرہ پر زکوٰۃ، روزوں کا اہتمام اور پوری امت کے افراد مل کر فریضہ حج ادا کرتے ہیں ان اعمال کی ادائیگی میں اپنی مرضی نہیں چلتی یہاں کیفیت ایسی ہے جیسے!

ع میں خیال ہوں کسی اور کا مجھے سوچتا کوئی اور ہے

لیکن سنن ونوافل وہ اعمال ہیں جو انفرادی سطح پر کرنے کے ہیں۔ ان میں جتنا اخفاء ہو سکے اتنا ہی پسندیدہ ہے۔ یعنی اعمال خیر کو جس طرح ظاہر طور پر بجالانا ہے۔ ویسے ہی انفرادی اور خلوت کے اوقات کو اعمال خیر کی فکر میں گزارنا محمود ہے۔ جب انسان انفرادی سطح پر تنہائی میں اللہ کے حضور رکوع وسجود کرتا ہے، صدقات وخیرات کرنے کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے اپنی ذہنی اور قلبی صلاحیتوں کو استعمال میں لاتا ہے کہ اللہ تعالی اس کے سامنے اقوال واعمال کے پس پردہ فوائد ونقصانات واضح فرمادیتے ہیں آفاق وانفس پر غور کرنے سے ان کی تخلیق کے پس پردہ

اغراض ومقاصد اور خالق کائنات کی خفیہ کارفرمائی عیاں ہونا شروع ہوجاتی ہیں معرفت ربانی کے دریچے کھلتے ہیں۔ ایمان میں تازگی آتی ہے۔ اور بصیرت باطنی حاصل ہوتی ہے۔ یہی خیر کثیر ہے جیسے باری تعالیٰ نے حکمت کہا ہے۔

من یؤت الحکمه فقد اوتی خیراً کثیرا۔

ترجمہ: جسے حکمت دے دی گئی اسے تو خیر کثیر حاصل ہو گیا۔

کلام پاک میں اس کی دو مثالیں بڑی نمایاں ہیں۔ پہلا مقام سورۃ البقرۃ کی آیات 261 تا280 ہے جہاں انفاق فی سبیل اللہ کی پرزور تائید آئی ہے۔ وہاں بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال ایسے ہے جیسے ایک دانہ زمین میں بویا جائے۔ اس سے سات بالیں اگیں ہر بال پر سو دانوں والا خوشہ لگ جائے یعنی ایک خرچ کرنے سے سوگنا حاصل ہوتے ہیں اور اس سے زیادہ بھی لیکن یہ بات انہی کو سمجھ آسکتی ہے جن کو حکمت بالغہ عطا کی گئی ہو جن کو یہ حکمت نہیں ملتی وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو چٹّی اور ٹیکس شمار کرتے ہیں اور راندۂ درگاہ باری تعالیٰ بن جاتے ہیں۔ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص نے مال ودولت میں ترقی کی دعا کروائی اللہ نے اس کے بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں میں اتنی ترقی دی کہ وہ مدینہ سے نکل کر کھلی وادی میں رہائش پذیر ہوگئے۔ پہلے صحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور جماعت کی سہولت تھی اس سے محروم ہوگئے پھر زکوٰۃ کی ادائیگی میں لیت ولعل سے کام لیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے طرزعمل پر افسوس کا اظہار فرمایا اسے بعد میں غلطی کا احساس ہوا لیکن موقعہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ بعد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں زکوٰۃ کے جانور لیکر آتا رہا لیکن شیخین نے بھی اس کی زکوٰۃ قبول نہ کی ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن گئی*۔ یہاں راقم ایک مضمون

---

* اس واقعہ کو کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنے کے بارے میں اہل علم نے کلام کیا ہے۔

کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو کچھ دن پہلے ایک اخبار میں چھپ چکا ہے اس مضمون کا حاصل یہ ہے۔

''مضمون نگار کا ایک دوست تھا جس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ملازمت کی کوشش کی لیکن کوشش بسیار کے باوجود کہیں ملازمت نہ مل سکی بے روزگاری سے تنگ آکر نوجوان

نے اللہ والوں سے رہنمائی کے لئے رجوع کیا انہوں نے اسے بتایا کہ وہ اللہ کا نام لے کر چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر دے اور اللہ کو اس میں حصہ دار بنا دے اس نے دریافت کیا کہ اللہ کو حصہ دار کیسے بناؤں بزرگ نے فرمایا کہ جو بھی منافع حاصل ہو اس کا پانچ فیصد اللہ کے نام پر خیرات کر دیا کرو یہ معاہدہ اپنے دل میں کر لو اور ہرگز اس کی خلاف ورزی نہ کرنا، اس نوجوان نے ریڈی میڈ گارمنٹس کے چند جوڑے خرید لئے اور اپنے دوست کے سیل پوائنٹ پر رکھ لئے شام کو اسے تین فیصد منافع حاصل ہوا اس نے پندرہ روپے اللہ کے نام پر کسی ضرورت مند کو دے دیئے، اگلے دن اس نے بیس روپے دے دیئے، اگلے دن چالیس روپے دے دیئے خیرات کی رقم میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا آپ خود اس کی بچت کا اندازہ لگا سکتے ہیں اس کی خیرات کی رقم سینکڑوں اور ہزاروں روپیہ یومیہ تک پہنچ گئی ۔مضمون نگار لکھتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد اپنے دوست سے ملا تو اس بے روزگار دوست کے دن اتنے پھر چکے تھے کہ وہ کسی بڑے کاروباری مرکز میں دوکان خریدنے کے فکر میں تھا اور ساتھ ہی بتا رہا تھا کہ میں نے جب سے اللہ کو حصہ دار بنا کر کام شروع کیا ہے اس کے طے کردہ حصہ کی ادائیگی میں ایک پیسے کا ہیر پھیر نہیں کیا'' یہ واقعہ تو جملہ معترضہ کی صورت میں آ گیا کلام پاک میں دوسرا مقام جہاں حکمت کا ذکر آیا ہے وہ سورۃ لقمان کا دوسرا رکوع ہے جس میں حکمت لقمان کا نچوڑ باری تعالیٰ نے انتہائی بلیغ انداز میں کیا ہے ۔محض فطری صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے لقمان حکیم ان نتائج پر پہنچے کہ:۔

1۔ حقیقی شکر کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ظلم عظیم ہے۔

3۔ والدین غیر مشروط حسن سلوک کے مستحق ہیں۔

4۔ ہماری زندگی کا ہر عمل اور کائنات کی ہر شے اور معاملہ اللہ لطیف وخبیر کے علم میں ہے۔

5۔ شکر خداوندی کے لئے نماز کی ادائیگی اور حقوق انسانی کی ادائیگی کے لئے زکوٰۃ اور فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ادا کرنا ضروری ہے۔

6۔ انسان کو باقی انسانوں کے ساتھ رہتے ہوئے اپنی حیثیت عرفی کا

ادراک رہنا چاہئے ان کے لئے فرعون نہ بنے بلکہ عجز وانکساری اور محبت وشفقت کا پیکر بن کے رہے۔

علم حاصل کرنے کے ذرائع جو اللہ تعالی نے جسم انسانی میں بنائے ہیں وہ کان آنکھ اور دل ودماغ ہیں۔ جبکہ حکمت کے حصول میں فطری صلاحیتیں جنہیں فطرت انسانی کی طبعی اساسات بھی کہہ سکتے ہیں انسان کے کام آتی ہیں چند نمایاں پیدائشی اور فطری صلاحیتیں جو اللہ نے ہر انسان میں ودیعت فرمائی ہیں وہ یہ ہیں

1۔ اعلی سے اعلی کی جستجو کا جذبہ

2۔ احسان مندی یا جذبہ تشکر

3۔خیر سے محبت اور شر سے اجتناب

4۔ذمہ داریوں کا احساس

یہ وہ فطری صلاحیتیں ہیں جن کو جمع کر لیا جائے تو اس کے لئے بہترین ایک لفظ تقویٰ استعمال کیا جاسکتا ہے ہر انسان چاہے وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم ہے پیدائشی اور فطری طور پر یہ صلاحیتیں کم یا زیادہ اس میں موجود ہوتی ہیں، پھر ماحول اور معاشرہ ہے جو اس پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ انسان کا کام ہے کہ ان صلاحیتوں کو کتنا اور کس طرح اپنے اندر اجاگر کرتا ہے ایک بندہ مومن جب ان صلاحیتوں سے کام لیتا ہے اور سنن ونوافل کا اہتمام کرتا ہے۔ بالخصوص تہجد کے وقت اللہ کے حضور کھڑا ہو کر آیات الٰہیہ پر غور وفکر اور خود احتسابی کا عمل اس کے لئے حکمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور اسے بصیرت باطنی عطا ہوتی ہے اور راہ مستقیم روشن نظر آتی ہے گویا علم وحکمت مل کر نور ہدایت بن جاتے ہیں (1) غور کیجئے آیات کریمہ پر

وکذٰلك اوحینا الیك ر وحا من امر نا ما کنت تدری ما الکتاب ولاالایمان ولکن جعلنٰه نوراً نهدی به من نشاء من عبادناوانك لتهدی الی صراطٍ مستقیم (شوریٰ35)

ترجمہ:۔''اور اسی طرح آپ کی طرف ہم نے فرشتہ بھیجا اپنے حکم سے آپ نہیں جانتے تھے کتاب اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے لکھی یہ روشنی اس سے راہ

سمجھا دیتے ہیں جس کو چاہیں اپنے بندوں میں اور بیشک آپ سیدھی راہ سجھاتے ہیں۔"

اور

الله نور السمٰوٰت والارض مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجة کانھا کوکب دریّ یوقدُ من شجرة مبارکة زیتونة لا شرقیة ولا غربیة یکاد زیتھا یضیءُ ولولم تمسسه نارنور علی نور یھدی الله لنورہ من یشاء ویضرب الله الامثال للناس والله بکل شیءٍ علیم (سورۃ نور35)

ترجمہ:۔"اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔مثال اس کی روشنی کی جیسے ایک طاق اس میں ہو ایک چراغ وہ چراغ دھرا ہوا ایک شیشے میں وہ شیشہ ہے جیسے ایک تارہ چمکتا ہوا تیل جلتا ہے اس میں ایک برکت کے درخت کا وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف نہ مغرب کی طرف قریب ہے کہ اسکا تیل روشن ہو جائے اگرچہ نہ لگی ہو اس میں آگ۔روشنی پر روشنی اللہ راہ دکھلاتا ہے اپنی روشنی کی جس کو چاہتا ہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے اور اللہ سب چیز کو جانتا ہے"

---

(1) اس وضاحت کی روشنی میں درج ذیل نقاط اچھی طرح سمجھے جاسکتے ہیں

1۔ سورۃ بقرۃ کی ابتدائی آیات میں قرآن مجید کا ھدی للمتقین ہونا

2۔ نبوت سے پہلے غار حرا میں خلوت نشینی کی حکمت

3۔ مقام صدیقیت

4۔ اولیاء اللہ سے کشف وکرامات کا ظہور

5۔ سورۃ مائدۃ آیت93 اذا مااتقوا وامنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا وامنو

اور

الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم بالاٰخرۃ ھم یوقنون
اولئك علیٰ ھدیً من ربھم واولئك ھم المفلحون (لقمان5-4)

ترجمہ:۔''جو قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ ہیں جو آخرت پر ان کو یقین ہے۔انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی طرف اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں''۔

اقامت صلوٰۃ ادائے زکوٰۃ اور آخرت پر یقین ہدایت کا دوسرا نام ہے لیکن ان فرائض کی ادائیگی انہی لوگوں کے لئے آسان ہوتی ہے جنہیں علم صحیح کے ساتھ ساتھ حکمت کا کوئی حصہ بھی نصیب ہوتا ہے علم صحیح کی عدم دستیابی اور اس کے لئے عدم دسترس کا نتیجہ باطنی بے بصیرتی اور بے حکمتی ہے جو ان لوگوں کے اعمال اور اقوال سے ہر وقت چھلک رہی ہے۔ جو علم کتاب وسنت سے دور ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے علوم شر و فساد کے میدان کو اپنی آماجگاہ بنالیا ہے ان کی عملی منصوبہ بندیاں ۔قانون سازیاں انجمن سازیاں اور انتظامی عمل داریاں دنیا کے سامنے ہیں گمراہی کو جو بڑے سے بڑا نام دیا جاسکتا ہے کتاب وسنت کے علم کے بغیر ان لوگوں کے ہاتھوں علوم کی فراوانی اور اس پر عمل کو دیا جاسکتا ہے۔ان کی قیادت میں انسانیت کی تذلیل ہورہی ہے اور انسانیت اپنی منزل کھوٹی کررہی ہے۔ بالخصوص امت مسلمہ نے جب سے اللہ کی رسی کو چھوڑ کر علوم شر و فساد کو امام بنایا ہے اس کی کیفیت شتر بے مہار اور بے لنگر جہاز کی سی ہوچکی ہے۔جس کو دوبارہ منزل کی رہنمائی اہل کتاب وسنت پر فرض ہے۔

نفع نقصان اور مال کی حقیقت

چودھری صادق علی لیہ

الحمداللہ ہم سب سے پہلے مسلمان ہیں اس کے بعد ہماری دوسری حیثیتیں ہیں یعنی کوئی کاروباری ہے تو کوئی ملازم، کوئی کاشتکار ہے تو کوئی مزدور کوئی سیاسی عہدیدار ہے تو کوئی گورنمنٹ آفیسر معاشرے میں ہماری کوئی بھی حیثیت ہو سب سے پہلے ہمیں سوچنا ہے کہ بطور مسلمان ہماری کیا ذمہ داری ہے کیونکہ ہماری پہلی ترجیح یہی ہونی چاہئے کہ بطور مسلمان میرا کس کام میں فائدہ ہے اور کس کام میں نقصان ہے۔

نفع اور نقصان کا میزانیہ تیار کرنے سے پہلے ہمیں یہ شعور ہونا چاہئے کہ نفع کیا ہے اور نقصان کیا ہے ایسا نہ ہو کہ ایک کام ہم نفع سمجھ کر کر رہے ہوں اور حقیقت میں گھاٹے کا سودا ہو۔ اسی طرح ایک کام میں ہم اپنا نقصان سمجھ رہے ہوں مگر حقیقت میں وہی کام ہمارے نفع کا ہو۔ اللہ تعالی نے قرآن حکیم میں ہماری اسی طرف توجہ دلائی ہے۔

عسیٰ اَن تَکُرھو شیئاً وھو خیر لکم و عسیٰ ان تحبوا
شیئاً وھو شرلکم واللہ یعلم وانتم لاتعلمونo(البقرۃ216)

’’ہوسکتا ہے۔ ایک چیز تم ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے خیر ہو اور اسی طرح
ہوسکتا ہے۔ ایک چیز تم پسند کرو اور وہ تمہارے لئے شر ہو اور اللہ تعالی جانتا
ہے تم نہیں جانتے‘‘

یعنی نفع نقصان کا اصل پتہ ہمیں اللہ تعالی کی رہنمائی سے چلے گا نہ کہ صرف اپنی عقل سے یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں اللہ تعالی سے دعا کرنے کو کہا ہے۔

ربنا ارنا الحق حقاً وارزقنااتباعه وارنا الباطل باطلاً وار زقنا اجتنابه (الحدیث)

''اے رب ہمارے ہمیں حق کو حق کر کے دکھااور اس پرعمل کرنے کی توفیق عطافرمااور باطل کو باطل کر کے دکھااور پھر اس سے بچنے کی توفیق عطافرما''

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم باطل کو حق سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں پھر وہ ہمارے لئے خسارے کا باعث بنتا ہے لہٰذا بطور مسلمان ہم نفع نقصان کا شعور صرف اس وقت حاصل کر سکتے ہیں جب ہمیں علم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بارے کیا رہنمائی عطا فرمائی ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے جو کام کرنے کا ہمیں کہا ہے اسی میں ہمارا نفع ہے اور جس چیز سے روکا ہے اس میں ہمارا نقصان ہے بعض اوقات اصل نفع حاصل کرنے کے لئے بظاہر ہمیں نقصان ہوتا نظر آتا ہے اس لئے صحیح مسلمان ہونا ذرا مشکل نظر آتا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

چوں می گویم مسلمانم بلرزم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ دانم مشکلات لا الہ را

''جب میں اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوں تو میں کانپ کر رہ جاتا ہوں کیونکہ مجھے مسلمان ہونے کی مشکلات کا شعور ہے۔''

مسلمان ہونے کے ناطے نفع نقصان کا شعور حاصل کرنے سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئے۔

1۔ دُنیا کی زندگی کی اصل حقیقت

دنیا کی زندگی اصل زندگی نہیں ہے بلکہ اصل زندگی مرنے کے بعد شروع ہونے والی ہے دنیا کی زندگی اصل میں وقفہ امتحان ہے یہ وقت ہمیں آخرت کی زندگی کی تیاری کے لئے دیا گیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس حقیقت کو اس طرح سمجھایا ہے کہ ''الدنیا مزرعة الاٰخرة'' یعنی دنیا کی زندگی آخرت کی کھیتی ہے۔

جو فصل اس دنیا میں بوؤ گے وہ آخرت کی زندگی میں کاٹو گے آخرت کے لئے کچھ نہیں بوو گے تو وہاں کچھ نہیں کاٹو گے مگر انسان اکثر دھوکہ کھاتا ہے اس وقفہ امتحان کو اصل زندگی سمجھ کر ساری صلاحیتیں اس میں کھپا دیتا ہے اور آخرت کا نقصان کر بیٹھتا ہے قرآن بار بار ہماری توجہ اس

طرف دلاتا ہے دیکھو اس دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہ کھا جانا اور نہ شیطان کے دھوکے میں آ جانا۔

2۔ مال کی اصل حقیقت ''امانت''

دنیا میں جن چیزوں کا ہم اپنے آپ کو مالک سمجھتے ہیں اسلام کی رو سے ہم ان کے مالک نہیں ہیں بلکہ ہم ان کے امین ہیں یعنی سب چیزیں اللہ تعالی نے ہمیں امانت کے طور پر دی ہیں اور اس امانت کا صحیح حق ادا کرنے پر ہماری اصل زندگی یعنی آخرت کی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے۔ قرآن مجید میں بار بار ہمیں خبردار کیا گیا ہے کہ ''مال اور اولاد سب کچھ تمہاری آزمائش کے لئے ہیں'' اللہ تعالی کی رحمت یا ناراضگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

3۔ اصل مالک ''اللہ تعالیٰ''

دنیا میں جو کچھ خواہ وہ زمین میں ہے خواہ آسمان میں ہے خواہ ان دونوں کے درمیان؛ ہر چیز کا اصل مالک اللہ تعالی ہے اس لحاظ سے ہمارے مال اولاد حتیٰ کہ اپنے جسم اور جان کے بھی ہم حقیقی مالک نہیں ہیں۔ ؎

جاں دی، دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

گویا جب مالک حقیقی اللہ تعالے ہے تو ہم ان کو اسی طرح استعمال کرنے کے پابند ہیں جس طرح ان کا اصل مالک ہمیں حکم دے اور جب چاہے مالک انہیں ہم سے واپس لے لے وہ اس کا حق دار ہے اس لئے مسلمان ہر نقصان پر کہتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

4۔ اسلام میں ملکیت کا تصور

جن چیزوں کا ہم اپنے آپ کو مالک سمجھتے ہیں اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ ہر چیز کا اصل مالک تو اللہ تعالی ہے۔ اللہ تعالی کی نسبت سے ہم کسی چیز کے مالک نہیں ہیں مگر ہم جانتے ہیں یہ اسباب کی دنیا ہے۔ دنیا میں ہمیں جو بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے کچھ ظاہری اسباب اور انسان کی کچھ محنت ہوتی ہے۔ اسلام میں ملکیت کا تصور صرف اتنا ہے کہ جو چیز کسی شخص نے اپنی محنت یا قانون خداوندی (وراثت وغیرہ) کے تحت حاصل کی ہے۔ وہ شخص دوسروں کی نسبت اس کو استعمال کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔ اس کی محنت سے حاصل کی ہوئی چیز نہ کوئی دوسرا شخص اس کی اجازت کے بغیر استعمال کر سکتا ہے اور نہ لے سکتا ہے۔ البتہ وہ شخص خود اس چیز کو اللہ تعالی کی طرف

سے امانت سمجھے گا یہی مسلمان اور کافر میں فرق ہے کہ کافر اپنی محنت کی کمائی کا اپنے آپ کو مالک سمجھتا ہے۔ جب کہ مسلمان اللہ تعالی کی عنایت اور امانت سمجھتا ہے لہذا مسلمان اپنے آپ کو پابند سمجھتا ہے کہ میں نہ مالک حقیقی کی منشاء کے بغیر کما سکتا ہوں اور نہ خرچ کرسکتا ہوں۔ مگر افسوس مسلمان بھی اس تصور سے خالی ہوگیا ہے۔ اسی کا شاخسانہ ہے کہ حلال اور حرام کی تمیز اُٹھ چکی ہے۔(الا ماشاء اللہ)

ملکیت کے تصور کے غلط ہونے کی وجہ

ملکیت کے اس غلط تصور کی اصل وجہ تو ہماری دین سے لاعلمی اور دنیا وآخرت کے بارے صحیح ایمان کا نہ ہونا ہے دوسرا دورِ غلامی کے زیر اثر اسلام کو دین کی اعلی سطح سے نیچے گرا کر ایک مذہب بنالینا ہے جہاں چند رسومات اور چند مراسم عبودیت ادا کرنے کو اصل دین سمجھ لیا جاتا ہے اور دین کے اصل حقائق اور بنیادیں غیر اہم ہوکر رہ جاتی ہیں اور دین کی بعض اہم باتیں ذہنوں سے محو ہوکر رہ جاتی ہیں، بقول علامہ اقبال ؎

بھروسہ کرنہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر　　　کہ دنیا میں فقط مردانِ حر کی آنکھ ہے بینا

یہ بصیرت قرآن مجید سے رشتہ استوار کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے جو منبع ایمان اور سرچشمہ یقین ہے اسکے علاوہ چونکہ مال اور دولت کو اللہ تعالی نے دنیا کی زندگی گزارنے کا ذریعہ بنایا ہے اس سے دنیا کی گاڑی چلتی ہے ہر شخص خواہ کافر ہو خواہ مسلمان دنیا میں اتنا مال کمانے پر مجبور ہے جس سے کم از کم سطح پر روٹی کپڑا اور مکان کا بندوبست کرسکے حکومت اور معاشرے کا اجتماعی فرض بھی ہے، وہ ایسا اجتماعی نظام قائم کرے کہ ہر شخص کو کم از کم سطح پر یہ چیزیں میسر آسکیں اسلام یہی نظام قائم کرنا چاہتا ہے جسے اسلام عدل وقسط کا نظام یا کفالت عامہ کا نظام یا نظام خلافت کا نام دیتا ہے۔

بہر حال ایک تو انسان کم از کم سطح پر زندگی گزارنے کے لئے مال کمانے پر مجبور ہے دوسرے یہ دنیا اسباب کی دنیا ہے مال حاصل کرنے کے لئے انسان کو سوچ بچار اور محنت کرنا پڑتی ہے، جب انسان دیکھتا ہے جو مال ودولت اسے حاصل ہوا ہے وہ اس کی اپنی محنت کا نتیجہ ہے تو خواہی نخواہی انسان کے ذہن میں یہ خناس پیدا ہوجاتا ہے کہ یہ مال میری محنت کا نتیجہ ہے لہذا میں ہی اس کا حقیقی مالک ہوں ملکیت کے اس غلط تصور کے ساتھ کچھ اور تصورات کا پیدا ہوجانا بھی

لازمی ہے مثلاً اپنی محنت کی کمائی مفت غریبوں پر کیوں خرچ کی جائے اپنا مال فی سبیل اللہ کیوں خرچ کیا جائے جس مال کا میں مالک ہوں جیسے چاہوں خرچ کیوں نہ کروں یہ پابندی ناروا ہے کہ یہاں خرچ کرو وہاں خرچ نہ کرو وغیرہ وغیرہ۔قرآن مجید اس ذہنیت کو قارونیت کا نام دیتا ہے۔اور سورۃ القصص کے آٹھویں رکوع میں اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے اس ذہنیت کی جڑ صرف اس صورت میں کٹ سکتی ہے کہ ہمارا ملکیت کا تصور درست ہو جائے یعنی ہر چیز کا اصل مالک اللہ تعالی ہے انسان اپنی کمائی ہوئی چیز کا انسانوں کی نسبت سے تو مالک ہے اللہ تعالی کی نسبت سے وہ بالکل مالک نہیں لہذا انسان اخلاقی طور پر بھی اور دینی لحاظ سے بھی پابند ہے کہ مال کے اصل مالک یعنی اللہ تعالی کی منشاء اور رضا کے بغیر یہ مال نہ کمائے اور نہ خرچ کرے۔یعنی وہ حلال طریقے پر مال کمانے کا پابند ہے اور جس طرح اللہ تعالی نے کہا ہے کہ اس طرح خرچ کرنے کا پابند ہے۔

حلال طریقے سے رزق و مال کمانے کا صحیح تصور

کم از کم سطح سے اوپر اٹھ کر ہر شخص زیادہ سے زیادہ رزق و مال کما سکتا ہے جس سے وہ اپنے دنیاوی رہن سہن کو بھی بہتر بنا سکے اور آخرت کی زندگی کی بہتری کے لئے بھی آگے بھیج سکے بشرطیکہ وہ رزق و مال حلال طریقے سے کمایا گیا ہو،مگر ہمارے معاشرے میں بزعم خویش جو لوگ رزق حلال کمانے کے دعویدار ہیں اکثر و بیشتر ان کا بھی رزق حلال کا تصور صحیح نہیں ہے آئیں ہم جائزہ لیں اسلام میں رزق حلال کمانے کا اصل تصور کیا ہے جو دنیا و آخرت دونوں کے لحاظ سے فائدہ مند ہو۔حلال طریقے پر رزق کمانے کا تصور یہ ہے کہ انسان حرام اور ناجائز ذرائع سے رزق نہ کمائے یعنی اس کے رزق میں سود کی کمائی شامل نہ ہو جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کی تجارت سے رزق حاصل نہ کیا گیا ہو جیسے شراب، جوا، آلات موسیقی اور دوسری جنسی مرغوبات اور منشیات وغیرہ،نہ کسی کے استحصال سے مال کمایا گیا ہو نہ کسی کا مال غصب کیا گیا ہو نہ ہی عہدے داروں کو مراعات دے کر مال حاصل کیا گیا ہو اور نہ خود عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مال حاصل کیا گیا ہو اور نہ ہی دین کا لبادہ اوڑھ کر دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا گیا ہو،ہمیں معلوم ہے ہمیشہ دنیا میں دین کے نام پر شرک کا نظام قائم کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کا دینی اخلاقی اور مالی استحصال کیا جا سکے یہی حقیقت سورۃ توبہ میں اس طرح بیان کی گئی ہے۔

ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل

ویصدون عن سبیل اللہ (التوبہ 34)۔

''علماء اور درویشوں کی بہت بڑی تعداد لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتی

ہے اور اللہ کے راستے سے گمراہ کرتی ہے''۔

بقول اقبال ؎

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

ان تمام حرام طریقوں سے بچتے ہوئے وہ مال آپس کی رضامندی سے جائز تجارت (جوناپ تول میں کمی سے پاک ہو) کے ذریعے کمایا گیا ہو ہاتھ کی کمائی میں غیر ہنر مند ورکنگ کلاس سے لے کر EXACTIVE CLASS تک سب شامل ہیں۔ ان حلال ذرائع سے رزق و مال کمانے کے ساتھ ساتھ انسان بطور مسلمان اپنی ذمہ داریاں بھی پوری کرے یعنی_____

1۔ خود اپنے دائرہ کار کے اندر پورے اسلام پر عمل کرے۔

2۔ جتنا دین کو خود سمجھا ہے دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرے۔

3۔ اسلام کے عادلانہ اور منصفانہ نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد میں مقدور بھر حصہ لے

اگر حلال کا تصور یہ ہے تو فھوالمطلوب اوپر درج کی گئی تینوں باتیں ہر مسلمان کی بنیادی ذمہ داریاں اور بنیادی فرائض ہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما خلقت الجن والانس الالیعبدون (الذاریات 56)۔

''اور جنوں اور انسانوں کو میں نے صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے''

اس عبادت کا تقاضا ہے۔

''پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ''

اور اس کی عملی صورت یہ ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوالرسول زندگی کے ہر شعبے میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اسی طرح دوسری ذمہ داری کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون

عن المنکر (ال عمران 110)

''تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے تم معروف کا حکم کرتے
ہو اور برائی یعنی منکرات سے روکتے ہو''

اور تیسری ذمہ داری کے بارے میں فرمایا!

ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه (الشوری 13)
''یہ کہ دین کو قائم کرو اور اس بارے فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ''

مگر ہم مسلمان ان ذمہ داریوں کو بھول گئے ہیں تنظیم اسلامی مسلمانوں کو ان کا یہی بھولا ہوا سبق یاد دلا رہی ہے تا کہ جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے وہ ان ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے اٹھ کھڑا ہو اور ہمارا عذر اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جائے بقول علامہ اقبال ؒ

کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارہ

اگر ان ساری ذمہ داریوں کو چھوڑ کر 24 گھنٹے زیادہ سے زیادہ مال کمانے کی فکر لگی رہے خواہ وہ درج کئے گئے حلال طریقوں ہی سے رزق کمایا جا رہا ہو تو آپ کا حلال کا تصور صحیح نہیں ہے کیونکہ حلال کا ایسا تصور آخرت کی محرومی اور نقصان کا باعث ہے ایسے لوگوں کو قرآن مجید دنیا کا طلب گار کہتا ہے ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے قرآن مجید میں ہے

فمن الناس من یقول ربنا اتنافی الدنیا وماله فی الاٰخرة
من خلاقo (البقرۃ 200)
''لوگوں میں سے جو کہتے ہیں اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر دے
ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے''۔

اسی طرح سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا!

من کان یرید العاجلة عجلنا له فیها مانشاء لمن نرید
ثم جعلنا له جهنم یصلٰها مذموما مدحوراًo (بنی اسرائیل 18)
''جو دنیا کا طلب گار ہوتا ہے جتنا ہم چاہتے ہیں اور جس کے لئے چاہتے ہیں
اس کو اسی دنیا میں دے دیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے

جس میں وہ بدحال ہو کر اور ٹھکرایا ہوا ہو کر گرے گا''۔

اسی طرح سورۃ ھود میں فرمایا!

من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون ۝ اولٰئک الذین لیس لھم فی الآخرۃ الا النار وحبط ماصنعوا فیھا وبٰطل ما کانوا یعملون ۝ (ھود 15:16)

''جو لوگ اس دنیا کی زندگی اور اس کی آزمائش چاہتے ہیں تو ہم ان لوگوں کو ان کے عملوں کا بدلہ اس دنیا میں پورا پورا دے دیتے ہیں اور ان کے لئے اس میں ذرا کمی نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہ ہوگا اور جو انہوں نے دنیا میں بنایا ہے سب اکارت جائے گا اور جو وہ عمل کرتے رہے ہیں وہ سب باطل ہے''

اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بار بار اپنے بندوں کو خبردار کرتا ہے کہ تمہارے کاروبار اور تجارت تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں جنہوں نے یہ کیا وہ تو خسارے میں رہنے والے ہیں (المنافقون)۔

بقول علامہ اقبال ؎

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

گویا جو رزق ایک مسلمان اپنی بنیادی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے کماتا ہے اصل رزق حلال تو وہ رزق ہے یہ حقیقت سمجھنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے (امین)۔

رزق حلال کے ضمن میں ایک اور حقیقت کو بھی ہمیں ذہن نشین کرلینا چاہئے حلال سے کمایا ہوا رزق حلال طریقے پر خرچ کیا جائے اسلام کی رو سے جس طرح حرام کمانا گناہ ہے اسی طرح رزق حلال کو حرام طریقوں پر خرچ کرنا گناہ ہے بلکہ قرآن مجید کے الفاظ میں اس شخص کی مثال تو اس بڑھیا کی سی ہے جو سارا دن سوت کاتتی ہے اور شام کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روز محشر کسی شخص کے پاؤں نہیں ہل سکیں گے۔

جب تک وہ پانچ باتوں کا جواب نہ دے ان میں سے دو مال کے بارے میں کہ مال کمایا کیسے تھا اور خرچ کہاں کیا تھا۔؟

نفع ،نقصان کیا ہے؟

اوپر درج کی گئی باتیں اگر ہمارے ذہن نشین ہو گئی ہوں تو ہم خوب سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارا نفع کس چیز میں ہے اور نقصان کس چیز میں، آخرت میں جب تمام پردے آنکھوں سے ہٹا دیئے جائیں گے ہر شخص جان لے گا کہ وہ دنیا میں نفع کماتا رہا یا نقصان ،مگر اس وقت کوئی فائدہ نہیں ہوگا فائدہ اس میں ہے کہ موت سے پہلے پہلے ہمیں نفع نقصان کا شعور حاصل ہو جائے میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اللہ جانتا ہے ہم نہیں جانتے کہ اصل نفع کیا ہے اور اصل نقصان کیا ہے۔لہٰذا ہم قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں قرآن مجید کے نزدیک حلال اور طیب رزق انسان ڈھونڈے اسی میں نفع ہے خواہ وہ کتنا ہی تھوڑا ہو اور اس کے ساتھ انسان خبیث ناپاک رزق سے بچے خواہ وہ کتنا ہی زیادہ ہو یہی نفع کا سودا ہے۔

وہی مال انسان کے لئے فائدہ مند ہے جو آخرت کے لحاظ سے فائدہ مند ہو اور وہ مال نقصان دہ ہے جو آخرت کے خسارے کا باعث ہو۔

ان الخاسرين الذين خسروا انفسهم واهليهم يوم القيامة

’’اصل خسارے میں رہنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال لیا‘‘۔

اسی طرح زیادہ نفع کا باعث انسان کا وہ مال ہے جو اس نے اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کر دیا سورۃ صف میں ہے۔

هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليمo تؤمنون باالله ورسوله وتجاهدون فى سبيل الله باموالكم وانفسكم فى سبيل الله ذلكم خير لكم ان كنتم تعلمونo (الصّف)

’’کیا ہم تمہیں وہ تجارت بتائیں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے ایمان لاؤ اللہ پر اور اللہ کے رسول پر اور جدوجہد کرو اللہ کے راستے میں اپنے مال

اور جان سے یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جان جاؤ۔"

اسی طرح سورۃ بقرۃ میں فرمایا!

انفقوا ممارزقنٰکم من قبل ان یاتی یوم لابیع فیه ولاخلة ولاشفاعة

"جو ہم نے تمہیں رزق دیا اس کو اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کر دو جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی نہ کوئی دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش"

اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرنا نہ صرف ایمان کا تقاضا ہے بلکہ سورۃ النساء میں اللہ تعالی مال خرچ کرنے کو ایمان کے مترادف کے طور پر بیان کرتا ہے۔

وماذا علیهم لوٰامنوا بالله والیوم الاٰخر وانفقو ممارزقهم الله وکان الله بهم علیماًo(النساء39)

اور انہیں کیا ہو جاتا اگر اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لے آتے اور اس رزق میں سے خرچ کرتے جو اللہ نے انہیں دیا ہے اور اللہ ان سے خوب واقف ہے"

خسارے سے بچنے کی راہ

کاروبار کرتے وقت اور مال و دولت کماتے وقت اگر ہم مندرجہ ذیل باتوں کا اہتمام کر لیں تو ان شاء اللہ دنیا اور آخرت کے خسارے سے بچ سکتے ہیں۔

1۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے انسان کا اصل مال وہ ہے جو اس نے کھا لیا پہن لیا یا اللہ تعالی کے راستے میں خرچ کر کے آخرت کے لئے جمع کر لیا اس کے علاوہ جو بھی مال ہے اس کے وارثوں کا مال ہے، لہٰذا وارثوں کے لئے اکٹھا کرنے کے لئے انسان حرام میں ملوث نہ ہو جائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ شرمندگی اس شخص کو ہوگی جس نے دوسروں کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت بیچ دی

2 مال و رزق حاصل کرتے وقت ہماری اصل ترجیح زیادہ سے زیادہ نفع کمانا نہ وہ بلکہ رزق حلال کمانا ترجیح اول ہونا چاہئے۔

3۔ ہمیں دنیا کے چلن کو نہیں اپنانا چاہئے بلکہ دیکھنا چاہئے صحیح کیا ہے غلط کیا ہے جائز

کیا ہے ناجائز کیا ہے اور یہ بھی یاد رکھیں جو رزق اللہ تعالی نے مقدر کیا ہے وہ مل کر رہے گا یہ انسان پر ہے کہ وہ اس کو حاصل کس طرح کرتا ہے۔

4۔ آخر میں ہر شخص کے لئے لمحہ فکریہ جو صبح سے شام تک محنت کر کے بہت سارا مال کماتا ہے تنہائی میں بیٹھ کر میزانیہ تیار کرے کہ صبح سے شام تک محنت کرنے کے باوجود سرمایہ لگانے کے باوجود، ذہنی ٹینشن برداشت کرنے کے باوجود اور ڈھیروں منافع کمانے کے باوجود، وہ دو لقمے رزق حلال کما سکا کہ نہیں اگر جواب نفی میں آئے تو اس سے بڑے نقصان میں کوئی نہیں رہا اور اس سے زیادہ بدقسمت بھی کوئی نہیں۔ اللہ تعالی مجھے اور آپ کو صحیح سوچ عطا فرمائے۔ (آمین)

شاہد رضا صاحب

ناظم تنظیم اسلامی پاکستان حلقہ گوجرانوالا ڈویژن

محترمی ومکرمی جناب مختار حسین فاروقی صاحب   مدیر: ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

آپکی طرف سے موصولہ ’’حکمت بالغہ‘‘ ماہ مئی کی ورق گردانی جزوی سے کچھ اوپر کی ہے اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی ٹیم جو کہ اس ماہنامہ کے اجراء کے لئے تعاون کرتی ہے ان کی کوششوں کواخروی کامیابی کا باعث بنائے (آمین) ’’حکمت بالغہ‘‘ کے حوالے سے ایک شعر تحریر ہے

ے   دو چار روز رہتی ہے تقریر کی آواز
صدیوں سنائی دیتی ہے تحریر کی آواز

بہتری کی کوشش جاری رکھیں ابھی کافی گنجائش ہے، تحریر کو آسان بنائیں۔

1۔ محترم پروفیسر یوسف سلیم چشتی (مرحوم) کا مضمون ’’خصوصیات قرآن‘‘ انداز اچھا ہے۔ اسی طرح کا سلسلہ جاری رہے تو لمبے مضامین پڑھنے سے یہ بہتر ہے۔ قرآن کی 52 خصوصیات درج کی ہیں گویا کہ 52 تقاریر ہوسکتی ہیں۔

2۔ فرمان خداوندی (آغاز سورۃ الرحمٰن) اچھا سلسلہ ہے اسی طرح اس کے فوراً بعد اگر ایک حدیث ہو جائے تو بہتر ہے۔ وہ بھی آداب زندگی کے لحاظ سے۔۔۔

خیرنواہ برائے جنت الفردوس میجر (ر) فتح محمد صاحب (امیر حلقہ سرحد جنوبی پشاور)

محترم جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب (امیر تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب وسطی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی!

دعا گو ہوں کہ آپ بمعہ اہل وعیال ورفقاء کار خیر وعافیت سے ہوں گے حکمت بالغہ کا پرچہ باقاعدگی سے مل رہا ہے۔ آپ کی کوششوں کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت نصیب کرے۔ (آمین ثم آمین) اللہ تعالیٰ پرچے کو اپنی تائید ونصرت سے اسلام اور قرآن کا پیغام عام کرنے کے لئے قبول عام اور دوام عطا فرمائے۔

ماہ مئی میں رویت ہلال پر آپ کا لکھا ہوا مقالہ قابل تحسین ہے۔ دعا گو ہوں کہ متعلقہ ذمہ دار اس پر مزید تحقیق کریں اور مسئلے کا حل تلاش کریں۔ راقم کو امید ہے یہ مقالہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے معزز علماء کرام کی خدمت میں پیش کیا جا سکے۔ آپ کی کاوش پر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ والسلام مع الاکرام

جناب الطاف الرحمٰن بنوی (پشاور)

برادر محترم انجینئر مختار حسین صاحب زیدت معالیہ

مدیر: ماہنامہ ''حکمت بالغہ جھنگ''۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ماہنامہ حکمت بالغہ کے اجراء پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دل کی گہرائیوں سے اس کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ مجھے مدت سے یہ خواہش اور آرزو تھی کہ جناب ڈاکٹر صاحب کے حلقہ میں ایسے سنجیدہ اور فعال مردانِ کار پیدا ہوں جو ان کی فکر اور موقف کو مؤثر طور پر پیش کرنے اور اس میں متحرک اور بے قرار جان ڈالنے کے لئے ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروف عمل ہوں کہ ایک آدمی خواہ کتنا ہی باصلاحیت اور مخلص اور مستعد کیوں نہ ہو اچھے رفقائے کار سے مستغنی اور بے پرواہ ہرگز نہیں رہ سکتا۔ مجھے قوی امید ہے کہ آپ اس فکر کے اچھے ممد ومددگار ثابت ہوں گے۔ حکمت بالغہ کی ترسیل پر بہت بہت شکریہ اور اس ذرہ نوازی آپ کا بہت بہت احسان مند۔

والسلام مع الاکرام

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ جھنگ

محترمی ومکرمی انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی خصوصی شفقت سے گزشتہ تقریباً چار ماہ سے ماہنامہ حکمت بالغہ کے مطالعہ کی باقاعدگی کے ساتھ سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ جس کے لئے دل کی اتاہ گہرائیوں سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

محترم! اگرچہ تقریر ایک بہت بڑا فن ہے جو کہ ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں لیکن تصنیف وتالیف ایک نہایت ہی مشکل کام ہے اور جتنا یہ مشکل کام ہے اتنا ہی زیادہ مفید بھی ہے کیونکہ ایک مقرر کی تقریر کا اثر اکثر و بیشتر جلسہ گاہ کی حد تک محدود رہتا ہے یا زیادہ سے زیادہ واپس گھر جاتے وقت تک لیکن ایک تحریر کافی عرصہ تک دل ودماغ کو روشن رکھتی ہے اور اگر وہ تحریر ایک انقلابی تحریر ہو تو اس سے نہ صرف انسان کے اپنے وجود میں بلکہ پورے معاشرے میں ایک انقلاب برپا ہوسکتا ہے میں سمجھتا ہوں اس کائنات میں قرآن پاک سے بڑھ کر نہ کوئی انقلابی کتاب آج تک آئی ہے اور نہ ہی قیامت تک آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جس فرد نے یا جس قوم نے قرآن پاک سے لو لگایا اور اس کی تعلیمات پر عمل کیا اس سے پورے معاشرہ میں انقلاب برپا ہو گیا۔ جھنگ جو کہ مذہبی لحاظ سے ایک زرخیز خطہ ہے اور اہل جھنگ قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے کی تڑپ رکھتے ہیں ان کیلئے یہ نہایت ہی خوشی کا مقام ہے کہ آپ نے اہل جھنگ کے لئے ماہنامہ ''حکمت بالغہ'' کا اجراء کر کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ عطا کر دیا ہے جس کیلئے آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ قرآن پاک کی تعلیم ہی ایک ایسی تعلیم ہے کہ اگر ہم اس تعلیم پر عمل کریں تو تمام فروعی اختلاف کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پاک کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

25روزہ قرآنی تربیت گاہ

پھر سوئے حرم لے چل

چند شرکاء کے تاثرات

''پھر سوئے حرم لے چل'' اقامتی تربیت گاہ ایک منفرد قسم کی تربیت گاہ جو شرکاء میں قرآن فہمی کا شوق، اسلاف سے محبت، اسلامی تاریخ سے آگہی اور اسلام کے عروج و زوال کی عہد بہ عہد نقشہ کشی کر کے آج کے اس دورِ زوال میں پھر نشاۃ ثانیہ کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس کورس کے بارے میں صحیح تاثرات اس میں شریک ہو کر ہی دل کی گہرائیوں سے ابھر سکتے ہیں جن کو محسوس تو کیا جا سکتا ہے بیان کرنا مشکل ہے۔

ع لذت ایں بادہ ندانی بخدا! تا نہ چشی

(1)

نام: عارف محمود شاہ والد: دین محمد

تعلیم: B.A, DCS. ایڈریس: مینیجر ٹی سی ایس میانوالی

میں نے اس کتاب کو غور سے پڑھا ہے اور اسے محسوس کیا ہے کہ بہت بڑے بڑے اہل علم لوگ اس میں اپنی بات لکھ چکے ہیں اور اس اکیڈمی میں صحیح معنوں میں لوگوں کا نچوڑ علم حاصل کرنا ہے۔ میرے لئے فخر کی بات ہے کہ کم عقل اور کم علم ہونے کے باوجود اللہ نے اتنا بڑا مرتبہ دیا کہ میں بھی ان جنت کے باسیوں میں کچھ دن رہا اور سنا ہے کہ کوئی آگ کی بھٹی کے پاس بیٹھ جائے تو خود آگ نہ بھی بنے تو حرارت ضرور لے کر جاتا ہے۔ امید کر سکتا ہوں کہ کچھ نہ کچھ ضرور لے کر جاؤں گا اور اللہ نے توفیق دی تو یہ ارادہ لے کر جا رہا ہوں کہ اس حرارت ایمان کو آگ کا دریا بنا دوں اور

اس سے دنیا میں آگِ ایمان لگانے کی اپنی سی کوشش کروں گا اور دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ مجھ سے کام لے کیونکہ قرآن سے پڑھا ہے کہ اللہ کام لینا چاہے تو چھوٹے پرندوں سے بڑے بڑے کام لے لیتا ہے۔ اللہ مجھ سے بھی اپنے دین کا کام لے۔

یہاں سے جو ایک بات میرے لئے فائدہ مند ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے بہت سی کتابیں پڑھتا تھا مگر علم کو سنبھال کر اور یاد رکھنا بہت مشکل تھا۔ لیکن یہاں پر چیزوں کو ایک خاص انداز سے مختلف ادوار میں بانٹ کر اور مختلف واقعات کو اپنی اپنی جگہ پر رکھ کر DIAGRAM بنا کر سمجھنے کا جو انداز بتایا گیا ہے اس سے ہم ان شاء اللہ بہت کچھ یاد رکھ لیں گے۔ اکیڈمی کا ماحول اور سہولیات اور علمی انداز اتنا اچھا ہے کہ 35 سال کی عمر تک میں نے نہیں دیکھا۔

یہ بھی روشنی مجھے ملی ہے کہ میں میانوالی میں اس جیسی اکیڈمی بنانے کی کوشش کروں گا۔ اکیڈمی میں اور بہتری ہوسکتی ہے اگر ٹیچرز تبدیل ہوں دن میں ایک ہی ٹیچر سے پڑھتے پڑھتے CONSANTRATION کم ہوجاتی ہے۔ شکریہ

نام: نور خان　　　　والد: محمد حسین

تعلیم: بی اے بی ایڈ　　　　ایڈریس: الہدیٰ کلاتھ ہاؤس بلال ٹاؤن میانوالی

الحمدللہ 25 روزہ تربیت گاہ میں شرکت کا موقع ملا جہاں دین کو بطور نظام حیات فکر کے طور پر سمجھنے کے لئے نوجوان نسل کے لئے بہترین موقع ہے۔ ترتیب دیا گیا نصاب بڑا جامع اور اہمیت کا حامل ہے۔ رہائش کھانے پینے کا نظام عمدہ ہے۔ تاہم کچھ چیزوں کی نشاندہی مشورے کے طور پر خیر خواہی سے کرنا چاہتا ہوں۔

1　عربی کا پیریڈ روزانہ ہوجائے اور تھوڑا تھوڑا کر کے نصاب مکمل کیا جائے تو بہت فائدہ ہوگا۔ استاد محترم پروفیسر خلیل الرحمن صاحب کا بہت دل نشین انداز ہے۔ لیکن ہفتے میں تین دن مسلسل کلاس ہوتی ہے تو قواعد وضوابط آپس میں گڈمڈ ہوجاتے ہیں

اور لڑکوں کی دلچسپی وہ نہیں رہتی جو عربی کو سمجھنے کے لئے بہر حال ناگزیر ہے۔ دوسرے مضامین میں کلام اقبال کو زیادہ گہرائی سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اسکے لئے مشکل الفاظ کے معانی لکھوا دیئے جائیں تو بہتر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان تربیت گاہوں کا سلسلہ جاری رہے اور آنے والوں کو دین کا فہم حاصل کرنے کے بعد عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ یہاں کی انتظامیہ بڑی ذمہ داری سے اس مبارک جذبے کو بڑھانے میں مصروف ہے کہ ہمارے لئے رہبر و رہنما قرآن مجید ہے۔ محترم فاروقی صاحب کی کوشش کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ مزید اپنے دین کے لئے خدمت کا جذبہ اور استطاعت عطا فرمائے۔ انتظامی معاملات میں برادرم آصف اور محترم رانا صاحب کا بہترین اخلاق ہمیشہ یاد رہیگا۔ اللہ تعالیٰ سب کا حامی و ناصر ہو۔ امین

نام: محمد عطاء الرحمٰن　　　والد: ظہیر احمد
تعلیم: بی ایس سی　　　ایڈریس: چک نمبر 13/3L۔ احمد پور سیال

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے مجھے قرآن اکیڈمی جھنگ میں تفہیم دین کورس میں شرکت کرنے کی توفیق دی، اس اکیڈمی کا دینی ماحول مجھے بہت پسند آیا۔ یہاں پر مجھے کلام اقبال، مطالعہ قرآن حکیم، مطالعہ حدیث اور تاریخ اسلام کے بارے میں انجینئر مختار فاروقی صاحب جیسے عظیم استاد سے لیکچرز سننے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے۔ ان کے پڑھانے کا انداز بہت اچھا ہے۔ یہاں پر مجھے پروفیسر خلیل الرحمٰن جیسے لائق استاد سے عربی گرائمر سیکھنے کا موقع ملا۔ ان کا پڑھانے کا طریقہ بھی بہت اچھا ہے۔ یہاں آکر مجھ میں قرآن و حدیث فہمی کا جذبہ بڑھا ہے۔ اس طرح کے تفہیم دین کورس دنیا کے کونے کونے میں منعقد ہونے چاہئیں تاکہ پوری دنیا پر اسلام غالب آجائے۔ مختار فاروقی صاحب نے یہاں جھنگ میں جو اس طرح

کے کورس کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر دے امین میری دعا ہے کہ مختار فاروقی کی تفہیم دین کی یہ کاوش پوری دنیا میں خلافت محمدی کا باعث بنے۔امین

بھٹکے ہوئے آہو کو، پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو، پھر وسعت صحرا دے

نام: محمد انور روڑانچ والد: بہادر خان
تعلیم: ایم اے ایم ایڈ ایڈریس: اشرف کالونی نزد رحیم چوک ملتان

25 روزہ تربیتی پروگرام بہترین پروگرام ہے محسوس کرتا ہوں کہ ساری زندگی غفلت میں گزاری ہے ہمیں خود قرآن مجید سمجھ کر پڑھنا چاہیئے اور خود سچا و پکا مسلمان بننے کے ساتھ ساتھ قرآن کے پیغام کو اپنے عزیز و اقارب، دوست احباب اور دیگر مسلمانوں تک پہنچانے کی کوشش کا جذبہ بیدار ہوا ہے ارادہ ہے کہ آئندہ زندگی اقامت دین کے لئے کام کروں۔ ان شاءاللہ

اس تربیتی پروگرام سے کامیاب انسان کی فکر واضح ہوئی ہے۔اس گئے گزرے دور میں اس قسم کی تربیتی پروگرام کا اہتمام بہت بڑی بات ہے۔دعا ہے کہ ذات باری تمام متعلقین اکیڈمی کو اجر عظیم سے نوازے۔امین

ارادہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس طرح کے تربیتی پروگراموں میں شرکت کے لئے آمادہ کروں گا۔تاکہ قرآن کا پیغام عام ہو سکے۔محترم فاروقی صاحب اور ان کی ٹیم کی کوششیں اور تعاون قابل قدر ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عظیم سے نوازے۔امین

نام: منیب شاہ والد: شاہ زمان تعلیم: ایف ایس سی
ایڈریس: گاؤں برغنڈی محلّہ ٹوپی ضلع صوابی

زندگی جہد مسلسل ہے کوئی تماشا تو نہیں ے
وہی جیتے ہیں جو ٹکراتے ہیں طوفانوں سے

25 روزہ پروگرام ملک کے نوجوانوں کو دینی فہم سے متعارف کرانے کا ایک منفرد اور کامیاب انداز ہے۔ اساتذہ کی انتھک محنت اور طلباء کی غیر معمولی دلچسپی ہی کی وجہ سے اس 25 روزہ پروگرام کو (ملک کے دوسرے شہروں میں) مزید پھیلایا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ محترم مختار حسین فاروقی صاحب کے حوصلوں میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین

نام: محمد عثمان بیگ والد: شفیق بیگ چغتائی
تعلیم: MSc ایڈریس: محلّہ موتی گیٹ نارووال

الحمدللہ 25 روزہ قرآنی تربیت گاہ اپنے اختتامی مراحل میں ہے۔ بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ خاص طور پر دین کو سیکھنے کے لئے ،قرآن حکیم کا فہم حاصل کرنے کے لئے مطالعہ حدیث،
کلام اقبال اور تاریخ اسلام ان تمام کے درمیان جو منطقی ربط اور ترتیب ہے اس سے ایک لائحہ عمل سامنے آیا ہے۔ کہ دین کی محنت کے لئے مطالعہ قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ تاریخ اسلام اور کلام اقبال کا مطالعہ اور فہم بھی ضروری ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ محترم مختار حسین فاروقی صاحب جو جذبہ اور فکر بیدار کرنا چاہتے ہیں وہ جذبہ اور فکر میرے اندر بیدار کر دے اور میں اپنی زندگی تعلیم وتعلم قرآن اور دین حق کے غلبے کے لئے جدوجہد کرنے میں لگا دوں۔ اللہ تعالیٰ فاروقی صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور مجھے اپنے رستے میں قبول فرمائے۔ امین

قرآن اکیڈمی جھنگ

کا ایک علم دوست منصوبہ

پوسٹ گریجویٹ طلباء کے لئے فری ہوسٹل کی سہولت

انجینئر مختار حسین فاروقی

یہ بات ہمارے معاشرے میں ایک حقیقت کا درجہ رکھتی ہے کہ سکولوں میں داخلہ لینے والے اکثر بچے میٹرک تک نہیں پہنچ پاتے اور میٹرک کا امتحان پاس کر لینے والے خوش نصیب طلباء کی کثیر تعداد کالجوں تک نہیں جاسکتی اور کالجوں میں بھی پوسٹ گریجوایٹ لیول تک پہنچنے والے پرعزم طلبا اپنے والدین کے ایثاراور ذاتی محنت سے ہی اس میں کامیاب ہوتے ہیں۔ جہاں تک والدین کی طرف سے اخراجات برداشت کرنے کا معاملہ ہے تو اس میں شاید کمی نہیں کی جاتی تاہم شہروں کے ناموافق حالات، تعلیمی اداروں میں سہولتوں کا فقدان اوراخراجات میں مسلسل اضافہ بہت سے طلبہ کو اپنی پُرخلوص محنت کے باوجود اپنی تعلیمی سند کے حصول میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ شہر میں طلباء کا کرایہ کا مکان حاصل کرکے رہنا بذات خود ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ اور پھر ایسی رہائش میں پڑھائی کا ماحول نہیں ہوتا اور نامناسب گردوپیش اور غیر پسندیدہ دوستیاں طلباء کی تعلیم اور کامیابی میں رکاوٹ بن جاتی ہیں اور کئی ذہین اور باصلاحیت نوجوان بھی ان حالات میں والدین کی خون پسینے کی کمائی کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ کچھ غلط ماحول میں گرفتار ہوکراور کچھ تعلیمی ماحول میسر نہ آنے پر اور کچھ صحیح رہنمائی نہ ملنے پر اپنی منزل پر نہیں پہنچ پاتے۔

ان حالات میں قرآن اکیڈمی جھنگ نے یہ فیصلہ کیا ہے(اوراللہ تعالی ہی

اس کو پورا کروانے والا ہے) کہ آئندہ تعلیمی سال کے آغاز ستمبر 07ء سے مقامی تعلیمی اداروں میں سال پنجم کے طلباء میں سے محدود تعداد کے لئے دو سال کے لئے فری ہوسٹل کی سہولت فراہم کی جائے جہاں ایک ہی چھت کے نیچے یہ سہولتیں موجود ہیں۔

1۔ رہائش 2۔ سٹڈی روم 3۔ کامن روم

4۔ سروسز (غسل خانے، بیت الخلاء، وضوخانہ)

5۔ مسجد 6۔ لائبریری

☆ محدود تعداد میں طلباء کو تعلیمی ریکارڈ، کردار، انٹرویو اور خالص میرٹ کی بنیاد پر منتخب کیا جائے گا اور مفت رہائش کی سہولت فراہم کی جائے گی۔

☆ طعام کے لئے ایک میس (MESS) کو آپریٹو بنیادوں پر چلایا جائے گا جس سے طلباء فائدہ اٹھا سکیں گے۔

☆ رہائشی طلباء کو ایک ضابطہ کا پابند رہنا ہوگا اور جس کی شدید خلاف ورزی پر یہ سہولت واپس لینے کا فیصلہ قرآن اکیڈمی کا ہوگا۔

اس سہولت کی فراہمی پر ادارہ طلباء سے صرف ایک مطالبہ کرتا ہے کہ

☆ ہر طالب علم روزانہ 2 گھنٹے قرآن اکیڈمی کی صوابدید کے مطابق فارغ کرے گا۔

☆ ادارہ اسی وقت میں اجتماعی طور پر طلباء کو بنیادی عربی گرائمر، قرآن حکیم کے ایک معین حصے کا ترجمہ، احادیث، تاریخ وغیرہ کے مطالعہ کا اہتمام کرے گا تاکہ

ان میں دینی شعور پیدا ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس منصوبے کے لئے مناسب وسائل بھی مہیا فرمادے اور طلباء کے دل میں دینی جذبہ بیدار کردے جو اس پیش کش سے فائدہ حاصل کر کے اپنی عملی زندگی میں اچھے مسلمان ثابت ہو سکیں (آمین)۔